یا معین

ہندو [illegible] مذہب کو سمجھو

ہندو سنگھٹن اور ارتداد کے خطرناک ایام فساد میں یہ کتاب

ہندو مذہب کی معلومات

پڑھو، جو مسلمانوں کی اور داعیان اسلام کی واقفیت عامہ اور ہندو مذہب کو

غلط فہمیوں سے بچانے کے لیے تیار کی گئی ہے

اور جس کے آخر میں اعلیحضرت حضور نظام کے خاص سکرٹری

نواب امین جنگ بہادر کا

فلسفہ ملل ہنود بھی شامل ہے

مؤلفہ

مصور فطرت حضرت مولینا خواجہ حسن نظامی دہلوی

جس کو

ابن عربی کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی نے

صفر ۱۳۴۲ھ — اقبال پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا — ستمبر ۱۹۲۳ء

پہلی بار دو ہزار — (جبری) — قیمت ۸ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ رسالہ ہندو مذہب کی معلومات کے نام سے مینے کئی مہینے ہوئے مرتب کیا تھا۔ مگر اس کی اشاعت جولائی ۱۹۲۳ء میں ہوئی ہے۔ میں نے اس رسالہ کی تالیف میں اپنے لائق و فاضل دوست جناب پنڈت امرناتھ صاحب ساحر رئیس دہلی کی کتاب شرح وشنو پران سے بھی مدد لی ہے۔ پنڈت صاحب نے یہ کتاب بہت قابلیت سے نہایت عمدہ لکھی ہے اور اسرار تصوف کو خوب بیان کیا ہے اور اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر چھپوایا ہے اور قیمت محض آٹھ آنے گویا مفت ہے

دوسری کتاب مخزن مذاہب مصنفہ جناب اوجاگرمل صاحب ڈپٹی کلکٹر [illegible] ہندو مذہب اور تمام مذاہب کا مفصل بیان ہے۔ یہ کتاب فخر المطابع میرٹھ [illegible] میں نے اپنے رسالہ میں اس کتاب سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔ اور کچھ اپنی ذاتی معلومات کا حصہ ہے جو ہندو احباب سے وقتاً فوقتاً حاصل ہوئی تھی۔

میں نے یہ کتاب ہرگز۔ مناظرہ اور ایک دوسرے پر طعن کرنیکے لئے نہیں لکھی۔ بلکہ اسواسطے لکھی ہے کہ مسلمان قوم ہندو مذہب کے فلسفہ کو جانے اور سمجھے۔ اور ناواقفیت سے جو بدگمانیاں پیدا ہو جاتی ہیں وہ اس کے دل سے دور ہوں۔

میں مسلمان ہوں ممکن ہے کہ مجھ سے اس کتاب میں کچھ غلطیاں بھی ہوئی ہوں۔ یا بعض الفاظ سنسکرت نہ جاننے کے سبب درست ادا نہوئے ہوں۔ اسلئے میں اپنی مجبوری ظاہر کرکے معذرت کرتا ہوں۔

آخر میں اپنے دوست جناب رائے صاحب لالہ پارسداس صاحب گورنمنٹ خزانچی و مجسٹریٹ دہلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مہربانی اور علم دوستی سے مجھے اس کتاب کے تیار کرنے میں آسانی ہوئی۔

دہلی ۲۱ جون ۱۹۲۳ء — راقم حسن نظامی۔ درگاہ حضرت محبوب الٰہی رضہ۔

ہندو مذہب کے خاص الفاظ

اوم - اسم ذات - باعث اور بنیاد و منبع
ظہور تمام موجودات - ازل و ابد کا محیط
برہم - اسم ذات - یعنی اللہ (ایکو برہم دوتیہ ناستی
وید میں ہے یعنی ایک ہی اللہ ہے
دوسرا کوئی نہیں ہے)
دھرم - مذہب - دین - ایمان - عقیدہ
مت - مذہبی فرقہ - [illegible] گروہ
رائے - عقیدہ - طبیعت
ودیا - علم - علم دین - معلومات ظاہری
ایشور بھگتی - خدا کی محبت - خدا کی اطاعت
عشق الٰہی - رضائے الٰہی
برہما جی - صفت خلق - ذریعہ پیدائش عالم
خالق - اسلامی لفظ کن کے ہم معنی
طاقت ایجاد - صفت رجوگن -
پرم آتما - ذات بحت - ذات مطلق - لفظی
معنی روح کل
بشن جی - صفت باقیہ - باعث بقائے عالم
ستوگن کا مقام حواس عقل اور
انانیت سے بالاتر -

گوبند - بشن - بھگوان - ان سب الفاظ
کا اشارہ ذات بحت و ذات الٰہی
کی طرف ہوتا ہے -
مہادیو - دیوتاؤں میں سب سے بزرگ -
جن کے سہارے زمین و آسمان اور
ہر ایک عالم موجود قائم ہیں - انکی سواری
بیل ہے ان کے مندر میں پنڈی (عضو
مخصوص) اور ایک بیل کی مورت ہوتی ہے
پاربتی - مہادیو جی کی بیوی کا نام ہے -
جناردن - خدا کا ایک نام - سری کرشن
کے نام کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے -
رجوگن - صفت آفرینش - برہما جی عالم فضا
ستوگن - صفت قیام - بقا - بشن جی -
آسمان - باعث - ہست -
تموگن - صفت فنا - شیو جی - زمین -
رام چندر جی - اودھ کے بڑے راجہ - جو چودہ
سال کے لئے تارک دنیا ہو گئے تھے
اور جنکی بیوی سیتا جی کو لنکا کا برہمن
راجہ راون چرا کر لے گیا تھا جس پر

انکی اس سے لڑائی ہوئی اور وہ فتحیاب ہوئے۔ ہندو انکو خدا کا اوتار یعنی مظہر مانتے ہیں۔ اجودھیا فیض آباد میں انکا پایۂ تخت تھا۔

سیتا جی۔ سری رام چندر جی کی لائق بیوی

لچھمن جی۔ سری رام چندر جی کے بھائی

ہنومان جی۔ سری رام چندر جی کے سپہ سالار پہاڑی قوم کے راجہ جنہوں نے راون کے مقابلہ میں رام چندر جی کی امداد کی تھی۔ ہندو ان کو بندر کی صورت مانتے ہیں۔

سری کرشن جی۔ متھرا کے حکمران خاندان میں تھے۔ مہابھارت کی مشہور لڑائی میں انکا بڑا حصہ تھا۔ گیتا ان کی کتاب ہے۔ ہندو انکو اوتار مانتے ہیں متھرا گوکل۔ بندرابن۔ دوارکا میں انہی کے نام پر مندر ہیں۔ موہن۔ کنہیا جی شام۔ مادھو۔ انہی کے نام ہیں۔ ہندوستانی ہندوؤں کی دو حصہ آبادی ملک کی زیادہ انکی پرستش کرتی ہے

ارجن۔ سری کرشن جی کا چیلا۔ مہابھارت [illegible]

کی لڑائی کا مشہور سپہ سالار۔

بسشٹ جی۔ رام چندر جی کے گرو استاد مشہور کتاب یوگ بسشٹ کے مصنف۔ بڑے عارف تھے۔

بہاردواج جی بسشٹ جی کے فرزند۔ انکا گوتر آجتک ہند میں چلا آتا ہے بہاردواج سمرتی انکی تصنیف ہے۔

پراشر جی۔ یہ بہاردواج کے فرزند تھے۔ بشن پوران اور پراشر سمرتی کے مصنف

ویاس جی۔ پراشر جی کے فرزند تھے۔ چاروں وید کے مفسر۔ مہابھارت کے مصنف مشہور عالم ہیں۔

سکھدیو جی۔ ویاس جی کے فرزند تھے۔ سری مد بھاگوت کے مصنف۔ ان کے بعد صلبی اولاد کا سلسلہ نہیں رہا

گیان۔ علم۔ عرفان۔ فراست

بدہی۔ عقل۔ دانش۔ ذہانت

چت۔ ذہن۔ ادراک۔ خیال۔

شانتی۔ تسلی۔ تسکین۔ اطمینان۔ امن

[illegible]۔ [illegible]۔

اچھیا۔ خواہش۔ آرزو۔ طلب

پرتھوی - زمین -
من - طبیعت - حواس باطنی - ادراک یعنی
جذبات کا حکمراں -
جل - پانی -
اگنی - آگ -
رس - مزا - ذائقہ -
گندہ - بو - خوش بو -
تیج - تجلی - رونق -
بھگتی - بے وہم ہو کر ذرہ ذرہ میں انوار ذات
کو جلوہ گر دیکھنا - رضا جوئی -
وہم - اپنی ہستی کو ذات سے جدا ماننا
وِدِس سوت! ایک عارف کامل کا نام ہے
موجودہ دنیا کے متعلق جو تاریخی
معلومات کا انتہائی منظر ہے اُس
وقت یہ بزرگ اپنی روشن ضمیری سے
علم ذات کے نیر درخشاں تھے سری
کرشن جی کے زمانہ سے پیشتر جسکو
پانچہزار سال کا زمانہ گزر چکا ہے
اس بزرگ کو علم ذات کے عارفوں
میں اولیت کا فخر حاصل تھا - یہ بزرگ
اس زمانہ میں ہوئے ہیں جبکہ طریق
سلطنت کا ہنوز آغاز نہ ہوا تھا -
اسوقت فضیلت علمی کو مقدم
تسلیم کیا جاتا تھا اور جملہ عارفان وقت
برہم رشی کی منزلت کو نظر اعتبار سے
دیکھتے تھے -

منوُ! یہ برہما جی کے فرزند تھے موجودہ دنیا
کے تاریخی علم کی ابتدا اس بزرگ سے
شمار کیجاتی ہے - یہ عارف کامل برہم رشی
کی منزلت رکھتے تھے اور ان کے
زمانے سے سنہ کا شمار کیا جاتا تھا
جیسا اب راجہ وکرما وت (بکرماجیت)
سے سمت اور حضرت عیسیٰؑ سے
سنہ عیسوی اور حضرت محمد رسول اللہؐ
سے سنہ ہجری کا شمار کیا جاتا ہے
انکا اصلی نام سویم بھو منو تھا انکی
رانی ست روپا نامی تھی جو ان کے
جسم کا نصف جزو تھی - اجودھیا
جی کو انہوں نے آباد کیا تھا - یہ
وِدِس سوت جی کے ہمعصر تھے
اور ان سے اپدیش لیا تھا -
اکشواکو - یہ خاندان سورج بنسی کے

اول راجہ ہوئے ہیں اور ان کی یہ
فضیلت تھی کہ باوجود انتظام کے
انہوں نے علم ذات کی تکمیل کو بھی
ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اسلئے راج رشی
کہلاتے تھے۔ راج رشی کی منزلت
برہم رشی کے مقابلہ میں اس زمانہ میں
اعلی اعتبار کی نظر سے دیکھی جاتی تھی
یہ منوجی کے بیٹے تھے۔

اُپدیش۔ تلقین۔ وعظ۔ لکچر۔ ارشاد۔
ہدایت۔

پرانْ روُپ۔ نفس کی آمد و شد سے انسان
قائم ہے اور حرکت کرتا ہے انسانی
وجود میں سوائے حرکت نفس کے
اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جس سے
ذات بحت کی خبر مل سکے جسم جڑ
یعنی بیخبر ہے۔ اور جان چیتن یعنی باخبر
پران میں جسم و جان دونوں کے اجزا
شامل ہیں۔ اسلئے پران کو باخبر تسلیم
کیا گیا ہے۔ جو چیز کہ نفس (سانس)
کی کشش کرنے والی ہے وہ چیتن
یعنی باخبر ہے۔ اور نفس بجائے خود

پَوَنْ یعنی ایک عنصر باد ہے جو بیخبر
ہے۔ پون کے ذریعے سے چیتن
پران کا پتہ لگتا ہے چیتن سروپ
ہے اور جڑ پون اسکا روپ ہے
اسواسطے اس مقام پر چیتن کو پون
روپ کہا ہے۔

اَتِیتْ۔ تارک۔ آزاد۔ مستغنی۔ محو ذات
چار مختلف خیالات کا مجموعہ ہے باعتبار
تارک جس نے ماسوائی اللہ ترک کیا
وہ اتیت ہے۔ باعتبار آزاد جو فعل
اور اس کے نتائج سے آزاد ہے
باعتبار مستغنی جسم کے عدم وجود
سے جسکو کوئی رنج و راحت نہیں پہنچتی
وہ اتیت ہے۔ محو ذات اپنی ذات
میں مستغرق اور مسرور ہے اور اس
وجہ سے ہر طرح پر اتیت ہے۔

ویراگ۔ عالم سے بےتعلقی اور نفرت
ترک ما سوا۔ رہبانیت۔ تمام جہان
کو دنیا کا خیال کرنا

مہاتما۔ عارف۔ بزرگ۔ لفظی ترجمہ
روح اعظم۔ آتما کے معنے روح مہا کے

معنے اعظم۔

جوگ۔ ملنا۔ وصل ہونا۔ علم تصوف
درویشی

اِندر۔ اندری یعنی حواس کا قادر اور
مالک۔ قوت متخیلہ بارش کے
دیوتا کو بھی اندر کہتے ہیں

آتمارُوپ۔ یعنی نج روپ اپنا ہی روپ
ہے۔ تمام نام اور صفت آتما یعنی
ذات ہے۔ گاؤ زمین معروف ہے
تمام نعمات عالم اس سے پیدا ہوتی ہیں
یہاں پر مراد کلام یہ ہے کہ جسم سے
دہیرو نے نظر اٹھالی تھی۔ اور اندر
یعنی مالک و قادر حواس کے ضبط
اختیار سے دہیرو باہر ہو گیا تھا
حواس کا تعلق دل سے ہے دل
مرکز ہر چہار قوت ہائے مدرکہ متخیلہ
ممیزہ اور حافظہ کا ہے یہ چاروں
دیوتا عاجز ہو گئے تھے کہ ان کی قید
سے بھی دہیرو آزاد ہو گیا۔ ضبط
حواس و دل و قوت خیال کی برکت
سے دہیرو کا تصور تصدیق کی منزل
تک پہنچا۔

راجھس۔ حس و محسوسات کا اثر اور دل
کے خطرات جو انسان کے قلب کو متحرک
اور بے آرام رکھتے ہیں۔ بدکار اور
برے جذبات و خیالات کے لوگوں کو
بھی اس نام سے یاد کرتے ہیں۔

دھیان۔ شغل۔ تصور۔ مراقبہ۔ فکر

شیر ساگر۔ چھیر یعنی شیر یا دودھ اور ساگر
یعنی سمندر یا بحر یعنی بحر شیر جسم میں
بحر شیر کون سا مقام ہے جہاں شری
بشن جی کا قیام ہے یہ مقام ناف
ہے تصوف و ویدانت یعنی سلوک
کے ایک مقام کا نام ہے۔

چتر بھوج۔ چار ہاتھ والی صورت یا مورتی
شری بشن جی کی چتر بھوج تصویریں
عام طور پر بازار میں فروخت ہوتی
ہیں ایک ہاتھ میں سنکھ ہے جو مبدا
عالم ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے
ہاتھ میں چکر ہے جو اکال سروپ
ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔
تیسرے ہاتھ میں گدا ہے جو

طاقت کا مصدر یعنی ایشور روپ
ہونا ظاہر کرتا ہے۔ چوتھے ہاتھ میں پدم
یعنی کنول کا پھول ہے جو انکو سرور
و آرام و اطمینان کا مرکز ثابت کرتا ہے
یعنی ست چت آنند روپ ظاہر کرتا ہے

گروڑ۔ گروڑ شری بشن جی کا داہن یعنی سواری
ہے یہ سواری چت یعنی قوت متخیلہ
ہے جو ہر انسان میں موجود ہے۔
گروڑ سانپ کا دشمن ہے۔ سانپ
سنشے یعنی واہمات باطلہ ہیں۔ ان کا
رفع کرنیوالا چت ہے یہ مثالی مورت ہے

وچار۔ غور۔ فکر۔ دیوی سرسوتی۔ طاقت
علم و گویائی۔

اٹل پدوی۔ دہرو کا مقام۔ قطب اعظم

مگن ۔ خورسند و مطمئن

. . . .

درشن۔ دیدار۔ زیارت۔

پرم ہنس۔ عارف باللہ۔ سنت۔ بری از ہمہ
صفات۔ واصل ذات۔ ولی۔
درویش

کلپنا۔ وہم اواگون۔ آمد و رفت پیدائش
اور موت۔ تناسخ۔

لکھ چوراسی۔ چوراسی لاکھ قالب جو اہل ہنود
کے عقیدہ کے مطابق چرخ قدرت
میں گھڑے ہوئے ہیں (دیکھو نقشہ تقسیم
اجزائے عالم)

روپ۔ صورت۔ حسن۔ جلوہ

ابھیمان۔ پندار۔ غرور

جڑہ بھرت۔ نام درویش ولی

ویاکرن۔ قواعد زبان سنسکرت۔

استھان۔ مقام

وامدیو۔ نام درویش ولی

ڈنڈ۔ سونٹا۔

کمنڈل۔ کشکول گدائی۔

اودہوت وتاتریہ۔ نام درویش۔

سنیاسی وہ ہے جو گرہن و تیاگ یعنی
اخذ و ترک سے آزاد ہے۔

اوداسی۔ وہ ہے جو پرس و پرکرت یعنی
ذات و صفات کی قیود سے آزاد ہے

برھمچاری۔ وہ ہے جو جیو و برہم یعنی ذات
مقید و ذات مطلق کے وہم سے
آزاد ہے۔ طالب علم الٰہی۔

نقشہ تقسیم اجزائے عالم

پورش		
ستوگن	رجوگن	تموگن

پرکرتی ۳

کارن	انبھو	چیتن	اچھا	کامنا	تیج	شانتی	استھتی	مہتت
سوکشم	گیان	چت	شبد	سپرش	روپ	رس	گندھ	ہرنیہ گربھ
اسھتول	بدھی	من	اکاس	پون	اگنی	جل	پرتھوی	پرجاپت

۲۵

تین گن اور سات پرکرتیوں کو باہم ضرب دینے سے اکیس کا عدد پیدا ہوتا ہے چونکہ مخلوقات عالم چار قسم کے ہیں۔ جیرج جس میں انسان اور چارپایہ شامل ہیں انڈج یعنی وہ جاندار جو انڈے سے پیدا ہوتے ہیں مثل چولنا وغیرہ اور سویج یعنی حشرات الارض۔ ۲۱ کو ۴ میں ضرب دیکر چوراسی کا عدد بنایا گیا ہے۔ اس زمانہ میں رواج تھا کہ چیتن یعنی متحرک کو عدد، اور جڑ یعنی غیر متحرک کو صفر سے تعبیر کیا کرتے تھے اور پانچ عنصر جڑ مانے گئے تھے۔ لہذا پانچ صفر کو چوراسی کے عدد پر بڑھانے سے چوراسی لاکھ کا عدد پیدا ہوا۔

بیراگی۔ وہ ہے جو راگ اور دویش سے

اتیت ہے یعنی جسمیں وصل وفصل کی غیریت نہیں ہے

آتم نروان۔ حالت کیف

مہرہ چنتامن۔ گوہر گرانمایہ

ادھی بھوتک۔ صفات جسم۔ شے مادی جڈہ

ادھی دیوک۔ ذات۔ جان۔ غیر مادی۔ چیتن۔

ادھی آتمہ۔ شاہد جسم وجان

ست چدانند۔ عین حق۔ عین علم۔ عین سرور

چار آسرم یا اوستھا۔ برہمچریہ۔ گرہست بان پرست۔ سنیاس۔

ہندوؤں میں انسانی عمر کی تقسیم چار زمانوں میں ہے۔ اول تعلیم۔ دوم خانہ داری

سوئم سیاحت و مشاہدات عالم۔ چہارم ترک دنیا۔

ہندو مذہب کے چھ فلسفے اول نیائے جس کی بنیاد گوتم رشی نے قائم کی اصول یہ ہیں کہ (جہان کا خالق) جگت کا کرتا ایشور ہے۔ پرمانو (مادہ) سے جگت بنا ہے (ارواح) جیو بے انتہا ہیں اور ایشور پرمانو۔ اور جیو تینوں اناد ی (ازلی) ہیں بالفاظ دیگر صانع عالم نے ذرات سے کون و مکان کو بنایا اور ہزارہا قسم کے جاندار پیدا کئے۔ مگر خالق و مخلوق اور ذرہ ہر قدیم ہیں۔

دوم پورو میمانسا جس کی بنا جیمنی رشی نے ڈالی جس کے اصول یہ ہیں۔ کرم مکھ یعنی کرم ہی سے ایشور رقادر ہوا ہے۔ کرم ہی سے جگت (عالم) پیدا ہوا اور کرم ہی سے جیو (صاحب جان) بنا جیسا کرتا ہے ویسا ہوتا ہے۔ بغیر کرم کئے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

سوم ویشیشک یہ عقیدہ کناد رشی کا تھا جنہوں نے کرم کو تابع کال کے بتایا ہے یعنی حرکت کو حدوث اور سکون کو قدم ثابت کرکے دکھایا ہے اصول یہ ہیں کہ ایشور خدا اور جیو (روح) اور جگت (جہان) کرم کے مظہر ہیں کال چکر کے پھرنے سے ان کا ظہور ہوتا ہے اور بغیر کال کے ان کا کوئی وجود قائم نہیں ہوتا۔

چہارم یوگ جو پاتنجل منی کی ایجاد ہے وہ کہتے ہیں کہ جوگ کے سوا کوئی امر ثابت نہیں ہے۔ یوگ کے معنے ہیں وصال جس سے عالم کی پیدائش اور قیام ہے۔

پنجم سانکھ جس کے مصنف کپل مہامنی ہیں اور جنہوں نے وچار یعنی غور او فکر کو مقدم تسلیم کیا ہے۔ انکا اصول یہ ہے کہ غوض و فکر سے وصل اور فصل کی تمیز ہوتی ہے اور اسی سے جملہ اشیاء کی ماہیت معلوم ہوتی ہے۔ غوض و فکر چشم بصیرت ہے جس سے عالم کی حقیقت آشکارا ہوتی ہے۔ انکی عدم موجودگی سے دیدہ کور ہے جس سے کل عالم تاریک نظر آتا ہے۔

ششم اوتر میمانسا شاستر یعنی ویدانت ہے

یہ اصول شری وید ویاس مہرشی جی کے علم
باطنی کا نتیجہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ غور و فکر
بلا تحریک نہیں ہو سکتا چیتن یعنی علم محرک
ہے وہ خیال کو تحریک دیتا ہے۔ اور جملہ
موجودات کا شاہد ہے۔ چونکہ سب کا قیام
اسکی ذات سے ہے اسلئے اس شاہد کو خدا
ماننا عین علم ہے۔ ویدانت دو لفظوں سے
مرکب ہے۔ وید اور انت۔ وید کے معنی
ہیں جاننا۔ اور انت کے معنی خاتمہ۔ پس جیا
منزل میں کہ جاننے کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔
اور مزید جاننے کی خواہش نہیں رہتی وہ
منزل ویدانت کی ہے۔ یعنی جب من اور
بدھی یعنی دل اور عقل ساکن ہو جاتے
ہیں اور ان میں حرکت باقی نہیں رہتی۔
تب علم معرفت حاصل ہو جاتا ہے۔ ویدانت
کے معنی قضیہ و قضایا نہیں ہیں کہ جب دل
اور عقل کو سکون ہو جاتا ہے حرف و
صوت گم ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ

اول نیائے شاستر نے حواس کی شہادت
کو صحیح مان کر جسم و جان کے اصول پر اجزائے
عالم کی تقسیم کی ہے۔

دوم۔ پورو میمانسا نے دل کی شہادت
کو واقعی مان کر شہود و غیوب کے اصول
پر عالم کی حقیقت کو آشکارا کیا ہے

سوم ویسیشک شاستر نے پندار خودی
کو درست مان کر حرکت و قیام کے اصول
پر عالم کی ہستی کا انکشاف کیا ہے۔

چہارم یوگ شاستر نے قوت خیال کو یکجا
تصور کر کے فصل و وصل کے اصول کو
ذریعہ نجات بتایا ہے۔

پنجم۔ سانکھیہ شاستر نے عقل کی شہادت
درست مان کر حق و باطل کی تمیز کو شاہراہ
حقیقت دکھایا ہے۔

ششم ویدانت شاستر نے علم اشراق
کی شہادت کو حق تسلیم کرکے وحدت مذہب
الوجود ثابت کی ہے۔

ہندو مذہب کی کتابیں ان کے مصنف اور ان کا مضمون

ہندوؤں کے ہاں قدیمی اور سب سے
پہلی کتاب وید مانی جاتی ہے وید چار ہیں

رگ وید سنگھتا۔ یجر وید سنگھتا
سام وید سنگھتا۔ اتھر وید سنگھتا ان
کے بعد اور کئی کتابیں ویدوں کی تفسیر میں
لکھی گئیں مثلاً آستریا اور کاشنگی وغیرہ
اس کے بعد دو سو پچاس کتابیں اور
تصنیف ہوئیں منجملہ ان کے ۱۸ پوران ہیں

نام پوران و تعداد اشلوک

نام پوران	تعداد اشلوک
براہم	دس ہزار
پاویم	پچپن ہزار
وشنوم	تیئس ہزار
شیو	چوبیس ہزار
بھاگوت	۱۸ ہزار
ناردیم	پچیس ہزار
مارکنڈے	نو ہزار
اگنی	چالیس ہزار
بھوشیم	۱۴ ہزار
برہم ورتکم	۱۸ ہزار
لینگ	گیارہ ہزار
باراہ	چوبیس ہزار
سکانندم	اکیانوے ہزار
نام پوران	نام اشلوک
بامن	دس ہزار
کوریم	سترہ ہزار
ماتسش	چوبیس ہزار
گارڑ	انتیس ہزار
برہمانند	بارہ ہزار

انکے علاوہ اوپنشد ہیں اور وہ یہ ہیں
سام وید کے متعلق ۱۶۔ اوپنشد ہیں
ابیکتم۔ اروڑی۔ کنڈیکا۔ کین۔ چہاندیوگ
جاوال درشن۔ جاوالی۔ مہت۔ میترا
ینی۔ میتری۔ یوگ چوڑامنی۔ رودراکش
بجر سوچک۔ باسدیو۔ سنیاس۔ ساوتری
شکل یجر وید کے متعلق ۱۹۔ اوپنشد ہیں
وہ یہ ہیں۔
اتیت ادھیاتم۔ ایشاواسم۔ جاوالم
تارسار۔ تورزی۔ ترشکی۔ تراسب۔ پرم ہنس
پنگل۔ براہمن منڈل۔ براہمن وتے تارک
بھکشو۔ منترکا۔ موکت کا۔ یاگ ولک
برمدارنک۔ شاٹ شامنی۔ سوبال ہنس
کرشن یجر وید کے متعلق ۳۲ اوپنشد ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

اکشی - امرت ناد - امرت بندو -
اودہوت - ایک رکشر - کہنٹہ رودر -
کہنٹہ وتی - کلی سترن - کال اگن رودر
کیول - کشورکا - گربہہ - تیجو بندو - تیتری
دکشن موری - دہیان بندو - نارائن
پنچ برہم - پران اگنی ہوترہ - برہم - برہم ودیا
یوگ گتہ لنسی - یوگ تہتو - یوگ شکہا - بارہ
شاریرک - سوک رہس - شوتیا سوترہ -
سرب سار - سکند - سرستی رہس - ہردہ
رگ وید کے متعلق دس اوپانشد
ہیں - وہ یہ ہیں -
اکش مالکا - اتم پربودہ - اتیری -
کوشتکی - ترپورا - ناد بندو - نربان -
مُدگلا - بہورچہ - سوبہاگ
اتھروید کے متعلق اسا اوپ نشد
ہیں وہ حسب ذیل ہیں -
گنپت - کرشن - اتہرت شر - اتہرت
شکہا - گاوڑ - گوپال تاپنم - جاوال تری
پورا - تپن - دتاتریہ - دیوی - نارد پری
براجک - نرسنگہ تاپنی - پربرہم - مہانارائن
مہاباک - منڈوک - پری براجکان پورنا
پرم ہنس - پاشوپت - پرشن - مونڈک
رام تاپنی - رام رہس - برت جاپال - شرم
سانڈل - سیتا - سوریج اتم - ہے گریو

ہندو فرقوں کی تقسیم

سب سے پہلے وید مذہب کا حال
لکھا جاتا ہے - اس مذہب میں دو فریق ہیں
ایک ویدانتی کہلاتے ہیں دوسرے
پورانک یعنی پرانوں کے احکام کے پابند
ویدانتیوں میں بھی دو فریق ہیں - ایک
دویت بادی - جو کہتے ہیں کہ مایا سے
پرم ایشر نے جگت کو بنایا ہے - دوسرے
ادویت بادی - جو کہتے ہیں کہ پرم ایشر
خود جگت روپ ہو گیا ہے - اس بات
کا کچھ صحیح پتہ نہیں چلتا کہ وید اور پوران
کس زمانہ میں تحریر ہوئے - کیونکہ سانکھ
سوتروں میں دو جگہ ویسسکا حوالہ
دیا ہے - ۱-۵-۶-۳۵ - اور وہ
ویدانت سوتر کی تردید کرتا ہے - یوگ
سوترہ ۲۵ سانکہیہ کے پاک کو تسلیم کرتا ہے
ویسسکا سوتر نیایہ اور سانکہیہ دونوں کے

سوتروں کو قبول کرتا ہے۔ نیائے سوتر ویدانت و سانکھیہ کی تردید کرتا ہے۔ میمانسا ان سب کی اور مہر تر ندہا کی قدامت کو قبول کرتا ہے۔ میمانسا یوگ کا بھی حوالہ دیتا ہے۔ ویدانت پانچوں مذکورہ بالا کے اصول کی تردید کرتا ہے۔ اسلئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون پہلے ہوا اور کون پیچھے (دیکھو شرح پانچل یا پوراج اندر لال متر) کسی پستک میں اسکی تصنیف کے سنہ سال نہیں ملتے۔ سنسکرت کی جس مذہبی کتاب کو دیکھئے سب میں یہی لکھا ملیگا کہ ارجن نے پوچھا بھگوان نے کہا یا فلاں شخص نے پوچھا نارد نے یا مہادیو نے یا فلاں شخص نے جواب دیا۔ لہذا وید اور پوران کی صحیح تاریخ لکھنی مشکل ہے۔ انگریزی کتاب موسومہ ریلیجن آف انڈیا کے باب ۳ صفحہ ۳ ۶۶ و ۶۷ میں لکھا ہے۔ کہ تین وید پرانے ہیں۔ اتھروید قدیمی نہیں ہے۔ سب سے پچھلی کتابیں متعلق وید جو وید کے بعد تصنیف ہوئیں تعداد میں ۲۵۰ ہیں اور یہ سب گوتم بدھ کے عہد کے بعد تیار ہوئی ہیں جن میں وید کی دو تفریقیں کی گئی ہیں۔ ایک کرم کانڈ دوسرا گیان کانڈ۔ اس سے ظاہر ہے کہ علاوہ تین وید کے اور جس قدر تصنیفات ہیں۔ سب دو ہزار چار سو یا دو ہزار پانسو برس کے عرصہ کی ہیں۔

ان سب ویدوں اور پورانوں کو بیاس جی اور ان کے چیلوں کی نسبت منسوب کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے لکھے اور ترتیب دئے ہیں۔

یہ بیاس مہارشی تھے۔ مہابھارت انہی کی تصنیفات سے ہے ان کے باپ کا نام پراسر اور ماں کا نام ست وتی تھا۔ بیاس جی پیدا ہوتے ہی جنگل کو چلے گئے اور وہاں مذہب کی تعلیم پاتے رہے۔ ان کا اصلی نام کرشن دویپائن تھا۔ لیکن وید کے جمع کرنے اور مہابھارت کے تحریر کرنے میں انہوں نے شہرت حاصل کی تب سے یہ وید بیاس کے

نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔

ویدوں میں زیادہ تر دیوتاؤں کی پوجا پاٹ اور بھجن کا بیان ہے جسکا نتیجہ سُرگ (جنت کا) ملنا لکھا ہے۔ برہم کا مختصر بیان ہے۔ لیکن بعد میں جو اُپ نشد تصنیف ہوئے ہیں ان میں برہم اور کرم وغیرہ کی مدلل اور مفصل بحث کی گئی ہے۔ یہ صحیح پتہ نہیں چلتا کہ ان کا مصنف کون شخص گذرا ہے اور اس کے کیا حالات تھے۔

وید۔ اُپ نشد۔ میمانسا۔ نیائے۔ سانکھ۔ ویشیشک چار پاک ایسے طول طویل ہیں کہ اگر بہت مختصر خلاصہ بھی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے تو ایک بڑی ضخامت کی کتاب ہو جائے۔ لہٰذا ہم نے ہر ایک موقع مناسب پر ہر ایک کا جداگانہ اعتقاد نسبت خالق و مخلوق و موت و حیات و جزا و سزا وغیرہ لکھدیا ہے۔ جس قدر شاخیں ویدمت کی ہیں ان سب کی جڑ یہی شاستر ہیں۔ منجملہ بہت سی شاخوں کے ایک رامانجی ہیں۔ جو

راماننج کے پیرو کار چکرانت کہلاتے ہیں سنہ عیسوی کی بارہویں صدی میں یہ راماننج مدراس کے نواح میں ہوا ہے اس نے ایک نیا طریقہ جاری کیا۔ اس شخص کا مصنفہ ویدانت سار تتو سار ۱۸۶۰ء میں کلکتہ میں طبع ہوا ہے۔ اسکے پیرو کار رام چندر جی کی پوجا کرتے ہیں۔ سنکھ چکر کا داغ اپنے جسم پر دیتے ہیں۔ ان کا تلک ماتھے پر ایک خاص نمونہ کا ہوتا ہے۔ اس نے خلاف ادویت برہم شنکراچاریہ کے دلیل کی ہے اور ہر ایک روح کو علیحدہ اور محدود مانا ہے اور مایا کی تردید کی ہے راماننج کو رام بھگت کہتے ہیں اور اوتار مانتے ہیں۔

چودہویں صدی عیسوی میں ایک شخص رامانند پیدا ہوا۔ اور اودھ بنارس میں اپنا مت جاری کیا۔ رامانندی تلک مشہور ہے۔ اس کے اور بھی فرقے ہیں جو راماننج سے اختلاف کرتے ہیں۔ یہ وشنو کو مانتا ہے۔ اس کے پیرو کار شمالی ہند میں بہت ہیں۔ تلسی داس گوسائیں

جس نے رامائن ہندی تصنیف کی اسی
فرقہ سے تھا۔ یہ تلسی داس سنہ ۱۶۰۰ء میں
پیدا ہوا اسوقت جہانگیر کی سلطنت دہلی
میں تھی۔ اس کے باپ کا نام آتما رام تھا
اس کے بچپن کا نام تلسی رام تھا۔ راج
پور میں جو ضلع باندہ میں ہے پیدا ہوا
تھا۔ اسکی وفات سنہ ۱۶۲۳ء مطابق سمت ۱۶۸۰
ساون سدی سمتی کو ہوئی۔ راماننّد کا قول
ہے کہ مایا جیو پرمیشر تین چیز انادی
ہیں۔ سوامی دیانند جی بانی آریہ سماج
نے بھی اسکی تقلید کی ہے

اسی زمانہ میں ایک شخص دکھن میں
بمقام کلیانا مسمی بہ آنند تیرتھ میں پیدا ہوا
یہ مقام مالابار علاقہ مدراس میں واقع
ہے اس نے اپنی نئی تعلیم لوگوں کو دی۔

ایک پنتھ کبیر کا ہے۔ یہ کبیر بنارس
میں قوم کا جولاہہ تھا۔ یہ مسلمانوں کے
مذہب کی طرف مائل تھا۔ وحدانیت کا
قائل تھا۔ اس کے نزدیک ذات کی تمیز
فضول تھی۔ مورتی پوجن کو برا کہتا تھا۔
اس کے نام سے بہت سی تصنیفات
پد بھجن وغیرہ کی قسم سے ہیں۔ جو اکثر پیروکار
پنتھ کبیر گایا کرتے ہیں۔

ایک داؤد پنتھی ہیں۔ یہ داؤد قوم
کا دھوبی تھا۔ اسکا پنتھ اجمیر و جے پور
میں بہت ہے۔ کوئی خاص بات اس کے
پنتھ میں قابل ذکر نہیں۔

ایک بابالال والے ہیں۔ یہ شخص
مالوہ کا رہنے والا قوم کا راجپوت تھا۔ اسکے
پیروکار دارا شکوہ برادر شاہ اورنگزیب
کو سادھو مانتے ہیں۔

ایک پران ناتھی ہیں جو پران ناتھ
کے پیروکار ہیں۔ یہ پران ناتھ قوم کا کھتری
ہے۔ بندھیل کھنڈ کا رہنے والا تھا۔ ہندو
مسلمان دونوں مذہب کو مانتا تھا۔
(تفصیل میری کتاب فاطمی دعوت الاسلام میں ہے)

ایک مادھو آچاریہ۔ اس کا اصلی
نام باسدیو اچاری تھا جب سے وہ سنیاسی
ہوا تب سے اس کا نام مادھو اچاریہ ہوگیا
اسکو انند تیرتھ بھی کہتے ہیں اور پورن
پرگیا یتی کا لقب بھی نامزد کرتے
ہیں۔ یہ قوم کا برہمن تھا۔ اس کے باپ کا

مدھیاک بھٹ تھا۔ سنہ ۱۱۹۹ء میں اس کی
پیدائش ہے۔ مادھواچاریہ کے
پیرو کار بیان کرتے ہیں کہ یہ بایو کا اوتار
ہے۔ سری رام چندر جی کے عہد میں
ہنومان بایو کا اوتار ہوا۔ اور کلجگ میں
وشنو کی اجازت سے بایو نے مادھو
اچاریہ کے روپ میں اپنا اوتار دھارن
کیا۔ اس کا اعتقاد ہے کہ وشنو بھگوان
(خداتعالیٰ) ہی قائم و دائم ہے۔ مادہ اور
روح کا اس کے حکم سے ظہور ہوتا ہے۔
جیو (روح) اور مادہ سے مل کر عمل ہوتا
ہے۔ اور بھگتی سے روح کو نجات ملتی
ہے۔ اور یہ سلسلہ دوامی ہے۔ جب
دنیا کا ظہور ہوتا ہے وہ برہم کا دن کہلاتا
ہے۔ اور جب قیامت ہوتی ہے تب
برہم کی رات کہی جاتی ہے۔ برہم کی استری
(بیوی) لچھمی پرکرتی (مادہ) کو طاقت
بخشتی ہے۔ اور جب جیو (روح) اور
پرکرتی (مادہ) مل جاتے ہیں تب اُس میں
تین گن (صفات) پیدا ہو جاتے ہیں
رجوگن ستوگن تموگن۔ جیو (روح)
تین قسم کے ہیں۔ ایک مکت جوگ جو
دائم واصل ذات ہیں۔ دوسرے تم جوگ
جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ تیسرے
سنساری۔ جو ہمیشہ دنیا میں رہیں گے

ایک مت پنڈت شیو نرائن کا
ہے۔ جو غازی پور کا راجپوت تھا۔ یہ کسی
گورو کو نہیں مانتا تھا اور تصوف کا قائل
تھا۔

ایک سوامی نارائن گجرات میں
ہوا ہے اسکا پنتھ بھی علیحدہ ہے۔ یہ مورتی
پوجن کے خلاف تھا اور خاص کر بلبھ
چاری گوسائیں کے بالکل خلاف تھا۔

ایک نانک پنتھی ہیں۔ یہ پنتھ کبیر
سے ملتا ہے۔ بابا نانک سنہ ۱۴۶۹ء میں
پنجاب میں پیدا ہوئے۔ یہ ذات کے
کھتری تھے۔ نانک صاحب کا گرنتھ صاحب
مشہور ہے۔ نانک پنتھی چیلے سر پر بال
رکھتے ہیں جسکو کیس کہتے ہیں۔ گردن سے
اوپر استرے سے بال نہیں منڈواتے
اکثر نیلا لباس پہنتے ہیں۔ ان میں ذات
کی تمیز نہیں ہے۔ ایک پنگتی میں مختلف

ذات کے لوگ کہلاتے ہیں۔ ان کے
آپس میں سلام کا طریقہ واہ گرو کی
فتح ہے۔ ان میں اکالی بھی کہلاتے ہیں
ان میں ایک اوداسی ہیں جو گرو گوبند
سنگھ کے گرنتھ کو نہیں مانتے۔ ان میں
ستھرے اور نرملی ساد ہو بھی ہوتے ہیں
ستھرے ڈنڈے بجا کر بھیک مانگتے ہیں
اور کالی دیوی کا اپاسک بیان کرتے
ہیں۔ مختلف ذات کے ہندو نانک
پنتھی ہیں۔

سری شنکر اچارج۔ جو وید کا
نامی مفسر گذرا ہے۔ اسکی پیدائش وغیرہ
کے باب میں بہت اختلاف ہے۔ مگر
آخری نتیجہ جو صحیح پایا گیا وہ مختصراً یہ ہے
کہ راجہ بکرما جیت کے وقت میں آچارج
موجود تھا۔ یہ شنکر اچارج مقام
کلاڈی علاقہ مدراس ملا بار میں پیدا
ہوا تھا۔ آٹھ برس کی عمر میں یہ لڑکے
نام سنیاسی ہو گیا۔ نربدا ندی
کے گوبند جوگی کو جو سکھدیو بھٹ
کے نام سے مشہور تھا اور راجہ بکرما جیت
کا باپ تھا اپنا گورو بنایا۔ اور پورا
سنیاسی ہو گیا۔ ۳۲ برس کی عمر میں
بعض کہتے ہیں ۳۸ برس کی عمر میں مرگیا
اس شخص نے گوتم بدھ کے مذہب کے
خلاف ہندوستان میں انقلاب
پیدا کر دیا۔ اور ہندوؤں نے بدھوں کو
ہندوستان سے نکال دیا مگر ایک مورخ
کا بیان ہے کہ اس نے کبھی بدھوں سے
جھگڑا نہیں کیا بلکہ اس اچارج کی تحریرات
سے پایا جاتا ہے کہ وہ بدھ مت سے
کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا (دیکھو رسالہ
تھیاسوفسٹ اڈیار نومبر ۱۸۸۹ء جنوری
۱۸۹۰ء) مغربی محقق جنہوں نے مشرقی
ملک کے حالات دریافت کئے خیال
کرتے ہیں کہ جوگ سوترا در بھاش کے لکھنے
والا پاتنجل مقام گونرا میں جو ضلع کشمیر میں
واقع ہے پیدا ہوا۔ اسکی ماں کا نام گونیکا
تھا مغربی محقق اس کی ترقی کا زمانہ
۳۴۵ سال قبل پیدائش حضرت عیسیٰ
علیہ السلام اور بعد نروان گوتم بدھ کے
بتلاتے ہیں کیونکہ یوگ سوتر پاتنجل میں

زیادہ تر بدھا کی فلاسفی ہے مگر او لوگ
دس صدی پہلے حضرت عیسی کے پاتنجل
کی موجودگی ظاہر کرتے ہیں۔ اور کچھ حالات
زندگی پاتنجل کے صحیح دریافت نہیں
ہو سکے در رسالہ بھرباسو فسٹ ادپار ستمبر
۱۹۱۹ء مگر یہ روایت واقعات تاریخ
کے بالکل خلاف ہے۔

ایک آریہ سماجی ہیں۔ یہ آریہ سماج
سوامی دیانند سرستی نے ابھی حال میں
شروع کیا ہے۔ سوامی دیانند سرستی
گجرات کے رہنے والے سنیاسی تھے
اجمیر میں ان کا انتقال ہوا۔ انکی تصنیف
ستیارتھ پرکاش ۱۸۷۵ء میں الہ آباد
میں طبع ہوئی۔ یہ سوامی پوران اور
مورتی پوجن کے خلاف تھے۔ ان کے
نزدیک محض برہمن کے گھر میں پیدا ہو جانے
سے کوئی برہمن نہیں ہو جاتا۔ خدا۔
روح کو مادہ کو ازلی کہتے تھے۔ انہوں
نے پورے ہندو مذہب کے خلاف
اپنا مذہب جاری کیا ہے

جن فرقوں کی تفصیل اوپر لکھی
گئی ہے ان کے علاوہ بہت سے فرقے
ویدمت کے فقیروں کے ہیں جن کے
مختصر حالات ذیل میں لکھے جاتے ہیں
منجملہ ان کے ایک پنچ دیو کے پوجنے والے
ہیں۔ ایک لچھمی سمپردائے والے ہیں۔
دوسرے رودر سمپردائے والے۔
تیسرے سنکادی سمپردائے والے
چوتھے برہم سمپردائے والے پانچویں
مرجادا سمپردائے والے منجملہ پانچ مرقومہ
بالا کے ایک سری وشنو ہیں۔ ان کے
چار حصے ہیں۔ دیوانند۔ رامانند
ہرنانند۔ رائے وانند۔ سری وشنو
رامانند کے چیلے ابدہوت مارگی کی بارہ
قسمیں ہیں۔ الیشٹانند۔ کبیر جولاہا۔
ریداس چمار۔ بیپا راجپوت۔ سرسرانند
سکھانند۔ بھاوانند۔ دہنا جاٹ
ستیانانو۔ ہرنانند۔ پرمانند۔ سری انند
ان بارہ میں سے الیشٹانند کے چیلے
تین ہوئے۔ کرشن داس۔ اگرداس
کپل بابا۔ کپل بابا کے چیلے ملوک داس
اور ملوک داس کے چیلے بھگت رام

جیون داس۔ گوبردھن داس۔ گومتی داس ہوتے ہیں۔ یہ سب چیلے صرف وہ ہیں جنہوں نے کچھہ نئی ایجاد کر کے اپنے عقیدے اور نشان کا سکہ علیحدہ بٹھایا ہے۔ چنانچہ سری انند کے چیلے بیراگی جٹادھاری ہوتے ہیں۔ ایسے ہی سب میں ایک دوسرے سے کچھ تمیز رکھی گئی ہے

پنچ دیوا پاسک کے چور دو رسمپردائے والے ہیں۔ ان کی تقسیم یہ ہے چیلے وشنو سوامی آچارج ہوئے۔ ان کا چیلا بلبھ چارج تھا۔ اسکی اولاد میں ٹھل داس۔ برہم بھگت سری گردھرائی۔ گوبند رائے بالکشن۔ گوکل ناتھ۔ رگھوناتھ۔ جدوناتھ گھنشام۔ آٹھ شخص ہوئے ہیں۔ ان میں سے صرف گوکل ناتھ گدی نشین ہوئے جن کے چیلے کھتری۔ سورتیہ۔ گجراتی بنئے۔ سیٹھ۔ گجراتی بنئے اکثر شودر۔ اکثر برہمن ہیں۔ یہ لوگ آپس میں جے سری کرشن یا جے گوپال بولتے ہیں۔ اب باقی رہے تین ان میں سے برہم سمپردائے والے مادھو انندی دکن میں ہیں۔ اور سنکادی سمپردائے والے گوکل کے گوسائیں ہیں اور مرجادا سمپردائے والے تردنڈی روپ دکھنی برہمن ہیں اسکے علاوہ رادھا بلبھی ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں چرنداس رادھا بلبھی۔ سکھی بھاور رادھا بلبھی یہ زنانہ لباس رکھتے ہیں سنیاسی فقیروں میں سرسولی۔ پوری۔ بھارتی تین قسمیں ہیں۔ پوری اور بھارتی کے پانچ چیلے ہوئے۔ سموہ لنگی۔ سموہ گوڈر۔ سموہ اوگھڑ سوگھڑ۔ سموہ اودرہ باہو۔ پرم ہنس۔ ان پانچوں نے سات پنتھ چلائے ایک بیراگیوں کا پنتھ۔ دوسرا جگیوں کا پنتھ۔ تیسرا گورکھناتھی کن پھٹوں کا پنتھ۔ چوتھا شیبوں کا پنتھ۔ پانچواں۔ بام مارگیوں کا پنتھ۔ چھٹا کانچلیوں کا پنتھ۔ ساتواں اگھوریوں کا پنتھ۔ ایک گروہ فقیروں کا کان پتی ہے۔ ان کے لو گروہ ننگے ہیں۔ اوداسی گنج بخشی رام ربی۔ ستھرے شاہی۔ گوبند سنگھی۔ ترلی۔ ناگا۔ دادو پنتھی۔ پران

ناتھی۔

ان پانچ گروہ فقیروں کے علاوہ
اور بہت سے فرقے ہیں۔ جو سنیاسی
کہلاتے ہیں اور پھرتے رہتے ہیں۔ ان
میں سے بعضے اور کچھ کام نہیں کرتے
صرف اپنے ہاتھوں کو چیر چیڑ کیا کرتے
ہیں۔ بعضے اگھوری ہوتے ہیں یعنی ان کا
کوئی گور منتر نہیں ہوتا۔ بعضے مختلف لباس
میں پھرتے رہتے ہیں۔ بعضے صرف
مچھلی اور گوشت کھاتے ہیں بعضے آزاد
ہیں اپنے فرائض کی کچھ پرواہ نہیں کرتے
بعضے شراب یا اور نشہ کی چیزوں سے پرہیز
کرتے ہیں بعض صرف ایک یا تین یا
پانچ یا سات فرقوں سے بھیک مانگتے
ہیں بعض فرقے میوہ جات ہی
کھاتے ہیں یا کوشا گھاس یا پتے یا گئو کا دودھ
یا گیہوں کی کھیر یا دہی یا مکھن یا شیرہ کھانا
ہی ثواب سمجھتے ہیں۔ بعضے گاڑی بان گھوڑے
اڑانے والوں ہلکاروں کے جسم کو دھو کر
اسکا تبرک بناتے ہیں۔ بعضے دیہات
یا جنگلوں میں اپنی خواہش کے واسطے

بستے ہیں۔ بعض گائے۔ ہرن گھوڑا
سور بندر۔ ہاتھی کی پوجا کرتے ہیں۔
بعض اپنی بزرگی کیلئے ایک جگہ دوزانو بیٹھکر
مراقبہ کرتے ہیں بعض رات دن میں
صرف ایک مرتبہ کھاتے ہیں بعض ایک
دن درمیان دے کر بعض چار یا پانچ
چھ دن بعض پندرہ دن میں ایک دفعہ
کھاتے ہیں بعض الّو یا گدھ کے پروں
کو پہنتے ہیں بعض تختے۔ چارپائی۔ یا
چٹائی پر بیٹھتے ہیں یا کوشا گھاس یا اونٹ
کے بال یا بکری کی اون کا کمبل اوڑھتے
ہیں یا چمڑہ پہنتے ہیں بعض ننگے رہتے
ہیں بعض لمبے بال لمبے ناخن لمبی داڑھی
یا لمبے بال رکھتے ہیں۔ بعضے صرف تل چاول
کی خوراک پر گذارہ کرتے ہیں بعض اپنے
جسم میں راکھ ملتے ہیں۔ بعضے اپنے جسم اور
ہاتھوں میں منجھ گھاس۔ بال۔ ناخن۔
چیتھڑے۔ ٹھیکرے۔ یا ناریل کے چھلکا یا بھیک
مانگنے کا برتن لئے پھرتے ہیں بعض گرم
پانی پیتے ہیں۔ یا چاولوں کی پیچ یا چشمہ
کا پانی یا وہ پانی جو مٹی کے برتنوں میں

رکھا جاتے پیتے ہیں۔ بعضے کوئی دھات
یا کوئی سمٹنے والی چیز یا تین پایہ کی لکڑی
یا کھوپڑی یا تلوار رکھتے ہیں اور اپنی
پاکی پر مغرور رہتے ہیں۔ بعض دھوئیں
اور آگ کے پاس رہتے ہیں۔ یا آفتاب
کی طرف دیکھتے ہیں۔ یا آگ کے سامنے
تپتے ہیں۔ یا ایک پیر پر کھڑے رہتے
ہیں۔ یا ایک ہاتھ کو اوپر اٹھائے رکھتے
ہیں۔ یا گھٹنوں پر جھکے رہتے ہیں انہیں
سب باتوں میں اپنی نجات سمجھتے ہیں
بعض دہکتی ہوئی آگ یا کوئلوں میں
گھس جانے سے یا دم روکنے سے یا
اپنے تئیں پتھروں پر جلانے سے یا کسی
آگ یا پانی میں کود پڑنے سے اور اپنے
تئیں ہلاک کرنے سے اپنی مکتی ہونا بیان
کرتے ہیں۔ بعض محض لفظ اوم۔ دشت
سواہا۔ سودھا۔ کا وظیفہ پڑھتے ہیں اپنی
مکتی جانتے ہیں۔ بعض اس امر پر مطمئن
ہیں کہ وہ برہما۔ اندر۔ رودر۔ وشنو
دیوی۔ کماری۔ ماتری۔ کاتیامنی
چندرا۔ ادتیا۔ ورن۔ باسو۔
اسونی۔ ناگا۔ جلش۔ گندھرب
اسور۔ گرٹ۔ کہنر۔ بھورگ۔ راکشش
پریت۔ بھوت۔ کسمنڈا۔ پرشاد
گنپتی۔ دیورشی۔ برہم رشی۔ راج رشی
کو نمسکار کرتے ہیں۔ یا زمین۔ پانی
ہوا۔ پہاڑ۔ ندی۔ چشمہ۔ جھیل۔ سمندر
جوہڑ۔ چاہ۔ درخت۔ جھاڑی۔ بیل
گھاس وغیرہ کو پوجتے ہیں۔

یہ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ ان سب
عقیدوں طریقوں کی تفریق کس کس
وقت میں ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ ان
فقیروں نے ایک ایک بات لیکر
دوسرے سے اپنا فرقہ علیحدہ کر لیا
ہے۔ مگر بالحاظ کسی خاص فرقہ کے
اعتقاد کے جوگ شاستروں کے مطابق
جو عام عقائد جوگیوں کے ہیں وہ یہ ہیں

جوگیوں کے عام عقائد

(۱) کوئی ایک سب سے برتر خدا۔ ایشور
ہے۔ جو پاک ہے۔ اور وہ ایک ایسی
روح ہے جو تمام دنیا پر محیط ہے اور

تمام تکلیفوں اور تمام خواہشوں سے آزاد
ہے۔ اسکا نشان لفظ ادم ہے۔ وہ
پیدا کرنے والا یا مارنے والا یا محافظت
کرنے والا دنیا کا نہیں ہے۔ اور نہ ان
باتوں سے اسکا کچھ تعلق ہے

(۲) دنیا میں بے شمار روحیں ہیں جن
سے سب جاندار موجود ہیں۔ اور وہ
سب انادی (ازلی) ہیں۔ وہ روحیں
پاک ہیں۔ ان میں تغیر و تبدل نہیں ہے
لیکن وہ دنیا میں رہنے سے رنج و راحت
معلوم کرتی ہیں۔ اور چوراسی لاکھ قسم
کی جون قالب میں جنم لیتی پھرتی ہیں۔

(۳) دنیا کسی کی پیدا کی ہوئی نہیں
ہے بلکہ ازلی ہے۔ دنیا کے ظہور بدلتے
رہتے ہیں۔ لیکن وہ قوت جس سے ظہور
بدلتے رہتے ہیں یکساں رہتی ہے۔ اسکی
ذاتی یا اصلی حالت کو جس سے وہ بنتی
ہے۔ پرکرتی (مادہ) کہتے ہیں جس میں
تین گن یعنی صفات ہیں یعنی ستو گن،
رجو گن۔ تمو گن۔ مادہ بھی باعتبار اسکے
صحیح اجزار کے انادی ہے۔ اسکی حالت
تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اس کی حالت
کے تغیر و تبدل سے دنیا کا ظہور ہے۔
جس سے تمام دنیا مرکب ہے۔

(۴) علاوہ روح کے ایک چیت بھی
ہے جسکو خیال و من کہتے ہیں اور وہ
من تینوں گن مذکورہ بالا کے تابع ہے
انہی کی وجہ سے من میں مختلف تبدل
ہوتے رہتے ہیں۔ من خود چیتن نہیں
بلکہ روح کی نزدیکی سے اس میں احساس
پیدا ہوتا ہے۔ بیرونی تعلقات کا اثر
من پر پڑتا ہے۔ اسی کے مطابق من
میں تغیر ہوتا ہے۔ پھر گیان کا عکس
اُس پر پڑتا ہے۔ اسی سے من دنیا کے
رنج و راحت کو معلوم کرتا ہے۔ اصل
میں من روح کی عینک ہے۔

(۵) خیال کے پانچ کام ہیں اول صحیح
رائے قائم کرنا۔ دوم غلط تمیز کرنا سوم
کسی بات کا خیال کرنا۔ چہارم نیند۔
پنجم یادداشت اور یہ پانچوں کام
رجو گن۔ ستو گن۔ تمو گن سے کسی ایک
کے غلبہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

(۶) مثل دنیا کے تمام موجودات جو محسوس ہوتی ہیں۔ باعتبار اپنی اصلیت کے انادی ہیں۔ صرف ان کے ظہور میں تبدیلی ہوتی ہے لیکن کبھی اصلیت ضائع نہیں ہوتی۔ جب ایک صورت سے دوسری صورت بدلتی ہے وہ محض اسکی صورت کی تبدیلی ہوتی ہے۔ اور جب وہ صورت جاتی رہتی ہے۔ اسی مادہ کی کوئی دوسری صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۷) جو ظہور تبدیل صورت سے ہوتا ہے وہ محض خیالی نہیں بلکہ واقعی ہے۔

(۸) جو مادہ خیال جسم میں ہے، وہ اشیائے محسوسہ کا اثر کسی ایک گن پر عمل کرنے کی وجہ سے اس گن کی تاثیر کے موافق قبول کرتا ہے۔ اور وہی اثر شئے اور حواس دونوں پر موثر ہوتا ہے۔ ورنہ نہ اشیائے بذاتہ باعث احساس ہیں نہ قوت حس باعث اشیا محسوسہ ہے۔

(۹) اگرچہ مادہ خیال تابع تغیر و تبدل ہے مگر گیان بوجہ قرب روح تغیر و تبدل سے پاک ہے۔ اور جب تک مادہ خیال کو روح سے قوت تمیز نہیں ملتی تب تک وہ کسی شئے کو دریافت نہیں کر سکتا

(۱۰) جو اثر مادہ خیال پر پڑتا ہے وہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور وہی باعث دوسرے جنم اور سکھ دکھ کا ہوتا ہے۔

(۱۱) خواہشات ہی تکلیفات کی جڑ اس دنیا میں ہیں

(۱۲) چونکہ دنیا ازلی ہے اس لئے خواہشات بھی ازلی ہیں۔ لہذا یہ دریافت کرنا لاحاصل ہے۔ کہ پہلا کرم کیا تھا جس سے خواہش پیدا ہوئی۔

(۱۳) دنیا کے ظہور کے ساتھ ہی تکلیفات ہیں اور یہ ذمہ واری ہر ایک شخص کی ہے کہ وہ دنیاوی تکلیفات سے باہر نکلنے کے واسطے کوشش کرے۔

(۱۴) تکلیفات صرف اس طرح دفع ہوتی ہیں کہ خیال کو شتر بے مہار کی طرح آزاد نہ چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ اسکی مہار اپنے ہاتھ میں رکھکر جوگ کے قاعدے کے موافق اسکو چلائے

(۱۵) من سے ہر قسم کے دنیاوی خیال

صرف دھیان سمادہی (مراقبہ) سے رفع ہوسکتے ہیں۔

(۱۶) جب خیالات کی روک تھام مکمل طور پر ہوجاتی ہے اور دنیاوی اسباب کا کوئی اثر من پر نہیں ہو سکتا۔ تب روح دنیا کے بندھن سے علیحدہ ہوجاتی ہے۔ اور تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہوکر جینے مرنے سے چھوٹ جاتی ہے اور یہی آخری پھل انسانی زندگی کا ہے۔

دیواوپاسنا یعنی پوجا

وید اور پورانوں کے مت سے

مادہ کے تینوں گنوں کی علیحدہ علیحدہ پوجا ہوتی ہے۔ گرڑ پوران کے ۲۲۔ادھیا میں لکھا ہے کہ پورش کے جو تین گن یعنی ست، رج، تم، ہیں ان میں سے ہر ایک گن ہر ایک کال یا جگ میں اپنا اپنا عمل کرتا ہے۔ جب من اور بدھی اور اندریوں میں ست گن کا عمل ہوتا ہے تب کرت جگ میں۔ بدیا۔ دان اور تپ ہوتا ہے۔ اور جب ترتیا جگ میں کرم اور کاریج میں مشکتی ہوتی ہے تب رج گن کا عمل ہوتا ہے۔ اور دواپر جگ میں جب لوبھ اور حرص اور غرور اور فریب بڑھتا ہے تب "تم گن" کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جب جھوٹ نندا۔ ہنسا شوگ۔ موہ۔ خوف۔ دینتا۔ کا زور ہوتا ہے۔ اسکو کلجگ کہتے ہیں

گرڑ پوران کی تحریر سے ظاہر ہے کہ گن والے مہاتما برہما کی پوجا کرتے ہیں۔ ہنس اڑنے والے جانور کا نام محض تمثیلی ہے ورنہ وہ دراصل جانور نہیں۔ بلکہ لفظ سوہم کا اشارہ ہے جو جوگ کا اعلیٰ منتر ہے۔ جوگی اسی کو بار بار جپتے ہیں یہ **اجپا جاپ** کہلاتا ہے۔ چونکہ ہنس کا رنگ سفید ہوتا ہے اسلئے وہ سوہم شبد سے نسبت دیا گیا ہے۔ اور ہنس جھیل میں رہتا ہے۔ سوہم کا مقام بھی من ہی ہنس کی چونچ سے دودھ پانی جدا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح سوہم سے جیو آتما اور شریر جو دودھ پانی کی طرح ملے ہوئے ہیں جدا ہوجاتے ہیں۔ برہما کی استری کا

نام سرستی ہے جو ادتم گیان (عرفان کامل) کی دینے والی ہے۔

رجوگن۔ رنجنے دہاتو سے نکلا ہے جس کے لغوی معنے رنگت و خوشی کے ہیں یشنو کی پوجا کرتے ہیں۔ آجکل بشنو کے اوتار رام چندر جی اور کرشن جی مانے جاتے ہیں۔ اور انہیں کی پوجا ہوتی ہے اور دونو کی پوجا میں رجوگن برتا جاتا ہے اسی لئے بشنو کے مندروں میں جس قدر آرائش اور راگ رنگ اور بھوگ ہوتے ہیں وہ کسی دوسرے مندر میں نہیں ہوتے

تموگن کی پوجا کرنے والے رودر کی پوجا کرتے ہیں جسکو مہا دیو اور شیو بھی کہتے ہیں۔ رودر کے معنے رولانے والے کے ہیں۔ شیو کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ کیلاس پہاڑ پر رہتا ہے۔ جو بکشوں سے گھرا ہے۔ گنیش جس کے مونہہ پر ہاتھی کا سر ہے رودر کا متبنیٰ ہے۔ شیو یعنی رودر مہا کال (موت اعظم ہے) جو ہر چیز کا ناش کرتا ہے (ماگھ دہوت ۵۔۳ اشلوک)۔ اس کے ہاتھ میں ترسول گلے میں رنڈمال ہے یعنی انسانی کھوپری کی مالا ہے وہ بھوتوں پشاچوں اور مسان کا افسر ہے (بھاگوت پران ۳۔۱۴۔۲۲۔۲۳) وہ بھیرو ہے۔ دیوانوں۔ احمقوں کا خدا ہے جسکا لباس ہاتھی کے چمڑہ کا ہے جس پر خون کے دہبے ہیں اور جنگلی ناچ ناچتا ہے جسکو تانڈو کہتے ہیں (ماگ دہوت، ۳ ماہی مادہو) شیو کی شکتی کے نام بھی ایسے ہی خوفناک ہیں جیسے خوفناک رودر یعنی شیو کے اوصاف ہیں یعنی درگا۔ پاربتی۔ کالی۔ چنڈی۔ چاموندا۔ بھیروں۔ وغیرہ ان کی مورتیں نہایت ڈراونی بنائی جاتی ہیں شیو کی پرستش دو طرح ہوتی ہے ایک دکشنا کار، دوسری باما کار۔ دکشنا کار والے جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور کالی چنڈی کو مانتے ہیں اور باما کار باہم مارگی کہلاتے ہیں۔ وہ پوشیدہ طور پر اپنی پوجا انجام دیتے ہیں۔ برہنہ عورت کی شرمگاہ کو پوجتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ گوشت کہاتے ہیں زناکاری کرتے

ہیں بشنوی کے اوپاسک اکثر لا مذہب وحشی۔ خونخوار۔ عیش۔ نشہ باز دیکھے گئے ہیں اور دیکھے جاتے ہیں۔

بشنوئی

یہ لوگ نہ ہندو خیال کئے جاتے ہیں نہ مسلمان۔ ضلع میرٹھ علاقہ تحصیل موانہ میں یہ لوگ کئی گاؤں میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ جہان تماجی نام پیر کے مرید ہیں۔ یہ لوگ جاندار کو آزار نہیں دیتے۔ اور کسی غیر شخص کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے اور مشرق کیطرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ خدا کا نام اور میکائیل۔ عزرائیل۔ جبرائیل۔ محمد ائیل وغیرہ فرشتوں کا نام لیا کرتے ہیں۔ ان کے مردے دفن ہوتے ہیں یہ لوگ ایٹہ واٹاوہ کی طرف بھی بہت ہیں

ہندو قوم اور ہندو مذہب کی تاریخ

(از تاریخ فرشتہ)

ہندو عقیدہ میں زمانہ کے چار دور ہیں۔ ایک ستجگ دوسرا ترتا جگ۔ تیسرا دواپر جگ۔ چوتھا کلجگ۔ جس وقت کلجگ تمام ہوتا ہے۔ پھراز سر نو ستجگ آتا ہے۔ اور اسی طرح کلجگ تک منتہی ہوتا ہے۔ غرضکہ دنیا کی حالت ہمیشہ اسی طریقہ پر رہتی ہے۔ اسکی ابتدا و انتہا کچھ نہیں ہے ایک معتبر کتاب میں نظر سے گذرا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آدم سے تین ہزار سال پہلے کون تھا؟ فرمایا! آدم! اسی طرح اس شخص نے تین مرتبہ سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا کہ آدم! اس شخص نے خاموش ہوکر سر جھکا دیا حضرت ولایت پناہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو مجھ سے تیس ہزار مرتبہ بھی پوچھتا کہ آدم سے پہلے کون تھا! تو میں یہی جواب دیتا کہ آدم! اس روایت سے عالم کی قدامت کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ اور ہندوؤں کے اقوال کو محض ڈھکوسلہ نہیں کہا جا سکتا۔ بعض قدیم برہمنوں کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم کی انتہا ہے اور

حشر و نشر کا دن حق ہے۔ مگر محققین برہمن
ان اقوال کی تاویلات کرتے ہیں۔ بہرحال
ستجگ سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال کا مشہور ہے
اور اس دور میں دنیا والوں کے طریقے
اچھے اور درست رہتے ہیں اور سب
وضیع و شریف امیر، غریب سچائی، درستی اور
رضائے الٰہی کے راستہ سے نہیں بھٹکتے

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ستجگ
میں انسانوں کی طبعی عمر ایک لاکھ برس کی
ہوتی ہے

اور ترتا جگ کے ایام کا شمار ۱۲ لاکھ
۹۶ ہزار سال ہے۔ اس زمانہ میں تین حصے
مخلوق رضائے الٰہی کی پیرو ہوگی اور ان
لوگوں کی عمر طبعی دس ہزار سال مشہور ہے
تیسرا دور دواپر جگ ہے۔ اس کی میعاد
۸ لاکھ چونسٹھ ہزار سال بتائی جاتی ہے۔
اس زمانہ میں نصف سچائی اور نیک کرداری
کا دور ہوگا۔ اور اس دور کے لوگوں کی
عمر طبعی ہزار سال کی مشہور ہے۔ بابا آدم
اور حضرت نوح وغیرہم کی عمریں ہزار سال
یا اس سے کچھ کم کی بتائی جاتی ہیں۔
اسکو ہندو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہتے
ہیں چونکہ یہ دواپر جگ کے آخر میں ہوئے
ہیں۔ ان کی عمریں اس قدر ہوں گی۔ اور
دور چہارم یعنی کلجگ کی مدت چار لاکھ
دو ہزار سال ہے۔ اس دور میں دنیا
کی تین حصے مخلوق جھوٹ اور برائیوں میں
مبتلا ہوگی۔ اور ان لوگوں کی عمر طبعی سو
برس کی ہوگی۔ ہر دور کے دنوں کا ضابطہ
یہ ہے کہ جسوقت کلجگ کے دنوں کی تعداد
دوگنی ہوجائے تو دواپر جگ آجائیگا۔
اور جسوقت دواپر جگ کی مقدار المضاعف
ہوجائے تو ترتا جگ شروع ہوگا اور
جب ترتا جگ کی مدت زیادہ ہوجائے
تو ست جگ آجائیگا۔ اب سنہ ۱۹۱۵ء میں
کلجگ کے ۴۰۵۴ سال ختم ہوچکے ہیں

اہل ہند اس بات پر متفق ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے اول پانچ عنصر پیدا کئے ہیں
چار مشہور عناصر اور پانچواں اکاس ہے
اور پھر ایک مجرد شخص برہما کو پیدا کرکے
اسکو پیدائش عالم کی شروعات کا وسیلہ
اور سبب قرار دیا۔ عنصر اکاس۔ عام

ہندوؤں کے عقیدہ میں آسمان ہے
مگر ان کے بعض خاص لوگ اس کی تکذیب
کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خلا سے ہند
آسمانی وجود کے قائل نہیں ہیں اور یہ
جو کچھ نظر آتا ہے اسکو ہوا بتاتے ہیں۔
ستاروں کے متعلق ان کا عقیدہ ہے
کہ مقدس بزرگان سلف نے اپنی ریاضتا
وعبادات کے ذریعہ سے نورانی صورت
اور روحانی پیکر حاصل کیا ہے۔ اور اخلاق
الٰہی اوصاف نامتناہی سے متصف
ہو کر ارتقاء کے مدارج سے آگے ارادات
نفسیہ کے ساتھ عالم علوی میں اڑتے اور
سیر کرتے ہیں۔ یہ بزرگ انتہائی کمال کے
درجہ کو پہنچ گئے ہیں۔ وہ نور بڑے بڑے
ستارے بن گئے ہیں اور کبھی عالم سفلی
کی طرف رجعت نہیں کرتے لیکن بعض
جو اس مرتبہ کمال سے کم درجہ پر ہیں وہ
اپنی قوت پرواز کے موافق آسمان کی
بلندی پر صعود کر کے پھر عالم سفلی میں
واپس آجاتے ہیں۔ پس عنصر آکاس۔ جیسا
کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے ایک دھر

معنی رکھتا ہے۔ اسکی تحقیق انہیں کتابوں
میں دیکھنی چاہئے۔

برہما نے خدا کے حکم سے انسان کو
پیدا کر کے چار گروہ پر تقسیم کیا۔ برہمن چھتری
ویش۔ شودر۔ پہلے گروہ (برہمن) کو
ریاضت۔ مجاہدوں اور احکام کی دینی
حفاظت اور مقررہ حدود کو ضبط میں
لانے کے واسطے عالم معنوی کا پیشوا
بنایا۔ اور دوسرے گروہ چھتری کو ریاست
اور ظاہری حکومت پر مقرر کر کے عالم
ظاہری کا مقتدا ٹھیرایا اور دنیا کے انتظام
کی باگ ان کے ہاتھ میں دیدی۔ تیسرے
گروہ ویش کو کاشتکاری اور صنعت
وحرفت اور تجارت کے لئے معین کیا۔
چوتھے گروہ شودر کے ان تمام اقوام کی
خدمت واطاعت سپرد کی گئی۔ اور برہما
نے ایک کتاب ان سب کے معاد و معاش
کی اصلاح و تربیت کے لئے تصنیف
کر کے اسکا نام وید رکھا۔ الہام ربانی
سے اسکی مجرد عقل نے ایک ایسا قانون
مرتب کیا جس سے یہ عالم کثرت پر خلوت خانہ

وحدت میں شامل ہو جائے۔ اور تمام
مخلوقات اور اقوام عالم کا انتظام ہوسکے
چنانچہ بہت سے ضوابط اور متعدد مسائل
درج کرکے اس کتاب کو الہامی کتاب
مشہور کیا۔ تاکہ عوام الناس مطیع و فرمانبردار
رہ کر بے چون و چرا راہ مستقیم پر چلیں۔
وید میں ایک لاکھ اشلوک ہیں۔ اشلوک
چار چرن کا ہوتا ہے۔ اور چرن کم از کم
ایک اچھر اور زیادہ سے زیادہ ۲۶ اچھر
کا ہوتا ہے۔ اچھر ایک حرف یا دو حرف
(جنمیں کا دوسرا ساکن ہو) کو کہتے ہیں۔
حکمائے ہند متفق ہیں کہ اس مجموعہ کے
مصنف وید کی عمر سو برس کی تھی۔ مگر
اسکا ایک برس تین ہزار ساٹھ دن کا
ہوتا تھا۔ اور ہر دن اس زمانہ کا چار
ہزار سال کی برابر ہے۔ اسی طرح ہر رات
اتنے ہی دنوں کی برابر ہوتی تھی۔ برہمن
حکما متفق ہیں کہ اس زمانہ تک اکثر برہما
پیدا اور فنا ہو چکے ہیں۔ اور اکثر ثقہ
برہمنوں سے سنا گیا ہے کہ موجودہ برہما
ہزاروں برہما ہے جس کی عمر پچاس سال
اور آدھے دن کی ہو چکی ہے۔ اور دن کا
آخر نصف حصہ شروع ہے

تاریخ فرشتہ کا بیان ختم ہوا

میری رائے میں فرشتہ نے جو کچھ
لکھا مورخانہ حیثیت سے لکھا ہے اسلئے
صرف دنیا کی ابتدا اور انتہا اور اقوام
کی تقسیم اس نے بیان کی۔ مگر مشکل یہ ہے
کہ ہندو مذہب اور ہندو قوم کی نسبت
تاریخی شان سے ایک لفظ کا لکھنا بھی
نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ مسلمانوں نے
اور پھر یورپ والوں نے تاریخ نویسی کا
جو معیار مقرر کیا ہے۔ ہندو روایات و
حالات اس سے کسی جگہ بھی مطابق نہیں
ہیں۔

ہندوؤں کے چار گاف۔ ہندوؤں
میں چار چیزیں ایسی مانی جاتی ہیں جن کے
شروع میں گاف ہے۔ ایک گائے ہے
دوسری گنگا ہے۔ تیسری گیتا ہے چوتھے
گائتری منتر ہے۔
گائے کی تعظیم وہ حد سے زیادہ کرتے
ہیں اور ان کا ہر فرقہ خواہ برہمن ہو یا چھتری

ویش ہو یا شودر۔ ہر ایک گائے کی
حفاظت و عظمت میں متحد الخیال ہے
البتہ بعض ہندو فرقے مثلاً چمار
حلال خور وغیرہ گائے کا گوشت کھا لیتے
ہیں۔ لیکن گائے کا اثر ان پر بھی ایسا ہے
کہ جب کسی غیر قوم کے خلاف جو گائے
کی عزت نہ کرتی ہو گائے کی حفاظت
وحمایت کے لئے ہندوؤں کو بلایا جائے
تو پھر ہندو ایکمیں شریک ہو جاتا ہے
خواہ وہ کسی عقیدہ کا ہو۔ اور خواہ وہ چمار
وحلال خور ہی کیوں نہ ہو۔

ہندو گائے کی محبت میں اسقدر
محو کیوں ہیں کہ اس کا پیشاب پیتے ہیں
اس کا گوبر مقدس سمجھتے ہیں۔ اور اسکی
جان بچانے کے لئے انسانی جان دیدیتے
اور لے لیتے ہیں۔ اسکو کوئی غیر ہندو سمجھ
نہیں سکتا۔ نہ خود ہندو سمجھا سکتے ہیں
حالانکہ موجودہ زمانہ میں لاکھوں مضامین
گائے کی حفاظت کے لئے شائع ہوتے
ہیں۔ اور سینکڑوں متحدہ جماعتیں۔
خاص گائے کی حمایت و حفاظت کا کام
کرتی ہیں۔ مگر گائے کی عزت کی مذہبی
وجہ آجتک کوئی بیان نہ کر سکا۔ یہانتک
کہ مہاتما گاندھی بھی اسکی مذہبی تاویل
نہیں کر سکے سوائے اسکے کہ انہوں نے
اپنی بے انتہا عقیدت گائے کیساتھ
ظاہر کی۔

صرف یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ملک
زراعتی ہے۔ گائے کے بچھڑے کھیتی
کیاری کے کام آتے ہیں۔ اور گائے
کے دودھ سے اور گھی سے پرورش
ہوتی ہے۔ مگر یہ وجوہات اقتصادی
اور معیشت کی ہیں۔ مذہب کو اس سے
کچھ تعلق نہیں ہے۔

میرے خیال میں اسکی وجہ محض
یہ ہے کہ ہزارہا سال سے ہندو قوم
میں گائے کی عبادت ہوتی آئی ہے
اور اب ان کے بچہ بچہ کی رگ رگ میں گائے
کی محبت سما گئی ہے۔ اگرچہ ان میں سے
بہت لوگ عقلی دلائل سے گائے کی ضرورت
ثابت کرتے ہیں۔ مگر وہ ضرورت مذہبی
حیثیت مطلق نہیں رکھتی بلکہ اقتصادی

دلیل بھی کچھ زیادہ قوی نہیں ہے۔
گائے اگر دودھ دیتی ہے تو بھینس اس
سے زیادہ دودھ دیتی ہے۔ اور اس کے
دودھ میں گائے سے زیادہ گھی ہوتا ہے
مگر بھینس کی عظمت نہیں کیجاتی۔
گائے کے بچھڑے جو کھیتی کے
کام آتے ہیں۔ اگر در اصل کھیتی کی وجہ سے
عزت ہوتی تو بیلوں کی عزت ہوا کرتی
مگر ان میں سے کوئی بات بھی دل کو مطمئن
کرنے والی نہیں ہے۔
ہندو غالباً مصر کی طرف سے
ہندوستان میں آئے ہیں۔ اور گائے
کی عبادت کا عقیدہ بھی مصر سے انکے
ساتھ آیا ہے جیسا کہ قرآن شریف وغیرہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری قوم بیل
کی پوجا کیا کرتی تھی۔
بہر حال میری رائے ہے کہ ہزاروں
برس کے پرانے خیال کو اتنی بڑی قوم
کے دل سے دور کرنا ممکن نہیں ہے
اور کوئی غیر ہندو قوم آسانی سے یہ
عقیدہ ہندو قوم کے دل سے نہیں نکال
سکتی۔ اور کوئی عقلی فلسفہ ہندو قوم کے
دل کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ اسواسطے
مصلحت یہی ہے کہ سب غیر ہندو اقوام
گائے کے مسئلہ میں ہندوؤں سے
پرخاش نہ کریں اور انکو ان کے حال
پر چھوڑ دیں اور یہ بھی ضروری مصلحت
ہے کہ مسلمان اور سب غیر ہندو اقوام
گائے کشی ایسے طریقے سے نہ کریں جس
سے ہندوؤں کی دل آزاری ہوتی ہے
سوائے گائے کے اور کوئی ایسی
چیز ہندو مذہب میں نہیں ہے جو تمام
ہندو فرقوں کے جذبات میں یکساں
جوش یگانگت پیدا کر سکے اسواسطے
گائے چاروں گاف میں سب سے
بڑا درجہ رکھتی ہے۔
گنگا۔ گائے کے بعد گنگا کا درجہ ہے
یہ ایک دریا ہے جسکو اکثر بلکہ تمام ہندو
فرقے مقدس مانتے ہیں۔ اور اس میں
غسل کرنا باعث نجات تصور کرتے ہیں
لیکن ہندوؤں کے کمین فرقوں کو
گنگا میں نہانے کی اجازت نہیں ہے

اسواسطے وہ گنگا کی عزت تو کرتے ہیں مگر اس کے اندر نہانے کی اجازت نہونے کے سبب انکو خاص وابستگی گنگا کیساتھ نہیں ہے۔ نہ انکے جذبات پر گنگا کے نام سے کوئی اثر ڈالنا ممکن ہے۔

گنگا کی عظمت کیوں کیجاتی ہے

اسکی وجہ بھی مذہبی شان سے کوئی ہندو بیان نہیں کرسکتا۔ بس زراعت اور آب پاشی کی دلیلیں پیش کیجاتی ہیں مگر وہ مذہبی نہیں اقتصادی ہیں۔ غور کرکے دیکھو گنگا سے بڑے بڑے اور بیسیوں دریا ہندوستان میں ہیں جن سے زراعت کو فائدہ ہوتا ہے۔

گیتا گنگا کے بعد گیتا کا درجہ ہے۔ گیتا سری کرشن جی کے لکچروں کا مجموعہ ہے۔ جس میں فلسفہ حیات اور فلسفہ کائنات کو نہایت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کا بڑا گروہ گیتا کو مانتا ہے۔ اور اسکی پوجا کرتا ہے۔

اگرچہ رامائن کی عظمت بھی لاکھوں کروڑوں ہندوؤں میں کیجاتی ہے جس میں رام چندر جی کے حالات ہیں۔ مگر گیتا کی برابر اسکو مقبولیت حاصل نہیں ہے۔ رامائن محض خوش عقیدہ ہندوؤں میں محبوب ہے۔ اور گیتا اہل علم اور فلاسفر طبقہ میں بھی مانی جاتی ہے اور خوش عقیدہ عوام میں بھی۔ تاہم بہت سے ہندو ایسے بھی ہیں جن کو گیتا کی عظمت سے تعلق نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے بعض گیتا کو سری کرشن کی کتاب ہی نہیں مانتے۔

گائتری منتر۔ یہ ہندوؤں کا کلمہ توحید سمجھنا چاہیے۔ ہندوؤں میں اسکی بہت عزت ہے اور اس کا ادب اس درجہ ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ ادنی اور کمین اقوام کو اس کے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ اسکو اگر کوئی کمین ذات والا پڑھ لے تو اسکے لیے یہ سزا مقرر ہے کہ اس کے حلق میں سونا گرم کرکے ڈالدیا جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ گائتری منتر پڑھنے کا صرف برہمن کو حق ہے

چھتری - ویش - شودر نہیں پڑھ سکتے
مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سوائے شودروں
کے ہندوؤں کے اور فرقے بھی گائتری منتر
پڑھ سکتے ہیں۔

میں یہاں اس منتر کو نقل کرتا ہوں
اور جو مطلب اس کے الفاظ کا حاصل ہوا وہ
بھی درج کیا جاتا ہے۔ تاہم ممکن ہے کہ اس کے
الفاظ میں یا اس کے معنی میں کوئی غلطی
رہ گئی ہو۔ اگر کوئی مسلمان اسکو یاد کرنا چاہے
تو کسی واقف کار بے تعصب برہمن سے صحت
کرے۔ یہ امید نہیں ہے کہ ہر برہمن مسلمان
کو یہ منتر سکھا سکے جبتک کہ وہ غیر متعصب
نہ ہو۔ منتر یہ ہے۔

اوم۔ بھوور۔ بھوہ۔ سوہ۔ تت
سوی۔ ترورنیم۔ بھرگو۔ دیوسی۔ دہی
مہی۔ دہیو۔ یو نہ۔ پرچودیات۔ اوم۔
معنی لغوی اور شرح گائتری کی یہ ہے۔

اوم۔ اللہ یہ اسم افضل اسمائے الٰہی میں سے
ہے یعنی اسم ذات ہے۔ بھوور۔ آسمان اول۔
یعنی اپنے تابعین کو سب درد و غم سے نجات
دیکر سرور دائمی میں رکھتا ہے۔ بھوہ۔ دوسرا آسمان
دوم - جو تمام مخلوق میں جلوہ گر ہو کر سب
کو اپنی اپنی راہ پر رکھتا ہے۔ سوہ۔ آسمان
سوم یعنی ہے۔ تت یعنی اوس۔ سوی تر
پیدا کنندہ یعنی جو خالق اور روزی کا دینے
والا ہے۔ ورنیم یعنی جو بہت ماننے کے
لائق ہے۔ بھرگو۔ دیوسی۔ یعنی جو پاک
شکل ہے۔ دیوسی - روشن یعنی جو سب
جانوں کا روشن کرنیوالا اور آرام کا
دینے والا ہے۔ دہی مہی ہم خیال کرتے ہیں
یعنی ہم لوگ اپنے ہمیشہ خلوص عقیدت سے
یقین کرکے مان لیں۔ دہیو یعنی جو حواس خمسہ
اور دل و عقل۔ یو۔ یعنی جو۔ نہ یعنی ہماری
پرچودیات رجوع کرے یعنی مہربانی سے
سب برے کاموں سے الگ کرکے ہمیشہ
اپنی طرف رکھے۔ اوم۔ اللہ۔ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ
جو کل مخلوقات میں جلوہ گر ہے۔ اور پرستش
کے قابل ہے۔ اس پیدا کنندہ کا نور سب
جانوں میں جلوہ گر ہے۔ ہم غربا نیز وار خلوص
عقیدت سے یقین کرتے ہیں کہ جو ہمارے
حواس خمسہ اور دل و عقل ہیں ان کو اپنی
طرف رجوع کرے اللہ

قصہ مختصر ہندو مذہب کے یہ چار گاف تھے جیسے سکھوں میں پانچ کاف ہیں جنکو پانچ ککے کہا جاتا ہے۔ ایک کیس (سر کے بال) دوسرے کنگھا۔ تیسرے کرد (چھوٹی چھری) چوتھے کڑا (لوہے کا کڑا جو سیدھے ہاتھ کی کلائی میں پہنا جاتا ہے) پانچویں کچھ (یعنی وہ جانگیہ جو لباس کے اندر رہتا ہے)

ہندو اقوام کے خصائل - یہ تو معلوم ہو گیا ہے کہ ہندوؤں کی چار ذاتیں ہیں۔ ایک برہمن دوسرے چھتری تیسرے ویش چوتھے شودر اور ان کے کاموں کا حال بھی معلوم ہو چکا ہے کہ برہمن علمی اور مذہبی پیشوا ہیں۔ چھتری سپاہی اور حکمراں ہیں ویش سوداگر اور صناع ہیں۔ شودر کمین اور خدمتگار ہیں۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ ہر قوم کی مخصوص خصلتیں کیا ہیں۔ کہ بغیر اسکے یہ کتاب ہندو مذہب اور ہندو قوم کی معلومات نہیں کہی جا سکتی۔

برہمن بہت ذہین ہوتے ہیں قدرتی طور سے ان کے خون اور جسم و دماغ میں برتری اور افسری کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ خیرات اور نذر و نیاز کھانے کے سبب جو ان کو ان کے ماتحت فرقوں سے حاصل ہوتی ہے ان کے اندر ذاتی خودداری کا احساس کم ہو گیا ہے اور دوسرے فرقوں کی طرح وہ محنت بھی اچھی طرح نہیں کر سکتے تاہم ہزاروں برس سے قوم کے مذہبی پیشوا ہوتے آئے ہیں اسواسطے ان کے خیالات بلندی ہی کی طرف جاتے ہیں۔ آخر زمانہ میں مسٹر تلک اور مسٹر گوکھلے اور پنڈت مالوی اور پنڈت موتی لال نہرو۔ اور سر تیندر و ناتھ تیرچی اور سی آر داس کی شہرت و خدمت ملک نے ثابت کر دیا کہ برہمن عقلی و دماغی قوت میں بہت اعلیٰ ہیں۔ اور ذات پات کے بندھن رہیں یا نہ رہیں برہمن ہمیشہ اپنی نسلی لیاقت سے افسری کرتے رہیں گے۔

برہمنوں کو نوکری اور تجارت و زراعت کرنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے مگر زمانہ کی مجبوریوں سے وہ آجکل یہ سب کام کرتے ہیں۔ تاہم دیکھا جاتا ہے کہ وہ تجارت و زراعت میں فرقہ ویش سے کمزور ثابت ہوتے ہیں۔

برہمنوں میں اجتماعی قوت بہت ہے

وہ قوم کو بہت جلد اور آسانی کیساتھ اپنے
گرد جمع کر لیتے ہیں مگر آجکل مہاتما گاندہی نے
جو ویش فرقے سے ہیں انکو مات کر دیا ہے یعنی
ہندو لوگ برہمنوں سے زیادہ مہاتما گاندہی
کا کہنا مانتے ہیں۔ برہمنوں میں سازش کرنیکا
مادہ بھی بہت ہے وہ خفیہ کام کرنے میں بڑے
ماہر ہیں اپنے راز کو بہت عمدگی کیساتھ پوشیدہ
رکھ سکتے ہیں۔

چھتری سپاہیوں اور حکمرانوں کا فرقہ ہے۔
بہت بھولا۔ بہت سیدہا۔ بہت شریف مزاج
بہت بہادر۔ اس گروہ میں سازش کا مادہ
کم ہے۔ کھری اور صاف صاف بات کہدیتا ہے
برہمن قوم کا ادب مذہبی اعتبار سے کرتا ہے مگر
حکومت کی حکمت میں جب برہمن دخل دیتے ہیں
تو چھتریوں کا کام خراب ہوجاتا ہے۔ کیونکہ چھتری
رعایا کی ہمدردی و انصاف میں مذہبی تعصب
کو دخل نہیں ہونے دیتے۔

چھتری امیر ہوں یا غریب بھروسہ کے
قابل ہوتے ہیں۔ بات اور زبان کی پاسداری
ان میں بہت ہے اور ہندوؤں میں یہی ایک ایسا
فرقہ ہے جسکی خصلتیں انسانی عیوب سے عموماً
پاک ہیں اور کوئی گرفت ان پر نہیں ہو سکتی
گو کوئی انسان فرشتہ نہیں ہوتا کچھ نہ کچھ برائیاں
ہر آدمی میں ہوتی ہیں۔

ویش۔ یہ تجارت پیشہ قوم ہے۔ سود خواری
اسکا جوہر ہے دولت جمع کرنے میں اسکو خوب
مہارت ہوتی ہے۔ ہر قسم کے توڑ جوڑ اور فریب
کر سکتی ہے۔ رات دن اسکو روپیہ کی فکر رہتی
ہے دوسروں سے مال حاصل کرنے میں بڑی
بے رحم ہے۔ ہندو ہوں یا ہندوؤں کے علاوہ
کوئی دوسری قوم ہو ویش لوگ سود کے ذریعہ
اسکا خون چوس کر اسکو بالکل برباد کرنے سے
کبھی نہیں ڈرتے۔

وہ مذہب کی پابندی بھی دولت کی لئے کرتے
ہیں انکی جسقدر عبادات ہیں انکا حاصل مقصد روپیہ
یہودیوں کے سوا دنیا کی کسی قوم میں روپیہ کی
حرص اتنی نہیں ہے جتنی ہندوؤں کے ویش فرقہ
میں ہے۔ اسواسطے ان پر بھروسہ کرنا بہت دشوار
ہے کیونکہ وہ روپے کے لئے اپنے قریبی رشتہ دار
کی بھی پروا نہیں کرتے ہیں۔

شودر۔ کم عقل۔ جاہل۔ توہم پرست۔ جلدی
دوسروں کا اثر قبول کرلینے والے خلاف عقل

افواہوں سے بھڑک اٹھنے کے قابل اپنی پستی و بیچارگی پر صابر و شاکر اور ہزار ہا سال کی غلامی کے سبب خودداری کے ضمیر سے محروم لوگ ہیں۔ اگر یہ اعلیٰ ہندوؤں کی غلامی سے آزاد ہو جائیں تو صدیاں گزرنے کے بعد بھی خودداری کا احساس انمیں مشکل پیدا ہوگا۔ بنگال میں لاکھوں شودر چند صدیاں پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام قبول کرنے سے انکو انسانی مساوات کی آزادی مل گئی تھی مگر ابتک انمیں غلامی اور ذلت کے جذبات موجود ہیں ارتقا صدیوں کے بعد بھی انکو اعلیٰ نہیں کر سکا کیونکہ انکے خون اور نسل کا اثر شاید ہزاروں برس باقی رہیگا۔

چھوت چھات۔ ہندوؤں کے چاروں فرقوں میں برہمن اور ویش فرقہ کے لوگ اس احساس میں سب سے زیادہ ہیں۔ چھتری اور شودر اسکی پروا نہیں کرتے جین مذہب میں جاندار کی حفاظت سب سے ضروری سمجھی گئی ہے اور تحقیق کیا جائے تو ویش فرقہ میں جینی زیادہ ملیں گے اسکی وجہ یہ ہے کہ چھتری لوگوں کا کام چونکہ لڑائی ہے اسواسطے وہ خونریزی سے نہیں گھبراتے۔ چھتری گوشت بھی کھاتے ہیں اور شودر بھی چونکہ سب گوشت کھاتے ہیں اسواسطے چھوت چھات کی انکو کچھ پروا نہیں ہے۔

برہمن اگرچہ چھوت چھات میں مضبوط ہیں مگر ویش فرقہ کی طرح زیادہ تعصبات انمیں نہیں ہے،

کفایت شعاری۔ کفایت شعاری یا کنجوسی میں ہندو قوم بہت بدنام ہے۔ مگر برہمن چھتری۔ شودر کنجوسی اور حد سے زیادہ کفایت شعار نہیں ہوتے صرف ویش فرقہ اس صفت سے متصف ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ویش فرقہ میں سب برائیاں ہی برائیاں ہیں۔ تصویر کے دوسرے رخ کو دیکھا جائے تو اس فرقہ سے ملک کی مالی اور حسابی حالت سنبھلی ہوئی ہے اور مالیات ہی پر ملکوں کی زندگی منحصر ہے۔ ویش فرقہ نہ ہو تو برہمن چھتری اور شودر اقوام کی مالی تنظیم پاش پاش ہو جائے۔

ہندو قوم کی خیر خیرات کا دار مدار بھی زیادہ تر اسی تجارت پیشہ فرقہ پر ہے۔ غرض قطع نظر مذکورہ برائیوں کے اس فرقہ میں خوبیاں بھی بہت سی ہیں اور جیسے مہاتما گاندھی جیسے بزرگ اس فرقہ میں ظاہر ہوئے ہیں اس وقت سے تو اسکی عزت اور اعتبار سے بڑھ گئی ہے

ہندوؤں کی علامتیں۔ ہندو ہونے

کی کئی علامتیں ہیں۔ ایک تلک ہے دوسرے
دھوتی ہے تیسرے چوٹی ہے۔ چوتھے جنیئو
ہے۔ یہ علامتیں جسمانی اور ظاہری ہیں اور
ایک علامت مردہ کا آگ میں جلانا ہے۔

چوٹی اور دھوتی بڑی نشانیاں نہیں
ہیں۔ بہت سے مسلمان بھی دھوتیاں باندھتے
ہیں اور بعض مسلمان پیروں اور بزرگوں کے نام کی
چوٹیاں بھی بچوں کے سروں پر رکھتے ہیں۔

صرف تلک اور جنیئو اور مردہ کا آگ میں جلانا
اور ختنہ نہ کرانا ہندوؤں کی خاص علامتیں ہیں
ختنہ نہ کرانے میں عیسائی بھی انکے شریک حال ہیں
کیونکہ ختنہ صرف مسلمانوں اور یہودیوں کی نشانی ہے

تلک۔ ہر ہندو فرقے کے تلک علیحدہ علیحدہ
ہوتے ہیں جس سے انکی قومیت اور انکے عقائد
کی شناخت ہوتی ہے۔ مثلاً برہمنوں کے تلک
عموماً سفید صندل کے ہوتے ہیں اور ماتھے
پر تین لکیریں چوڑان میں کھنچی رہتی ہیں یہ علامت
ستوگن رجوگن تموگن کی ہے اور شیو کی پوجا اس
سے ظاہر ہوتی ہے۔ برہمن اکثر یہی تلک لگاتے ہیں
کیونکہ سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کے
تلک لگانے اپنی شان کے خلاف خیال کرتے ہیں
کہ وہ دونوں چھتری نسل سے تھے۔ چھتری اور ویش
اگر رام چندر جی کے ماننے والے ہوں تو ماتھے پر سرخ
رنگ کے یا اور کسی رنگ کے تین تلک ماتھے کے
طول میں لگاتے ہیں یہ علامت رام لچھمن سیتا تین
بزرگوں کی ہے مگر یہ تلک زیادہ تر مدراس اور بمبئی
کے علاقہ میں مروج ہے۔ یا یوپی کے علاقوں میں

سری کرشن جی کے ماننے والے چھتری اور
ویش زعفرانی رنگ کا ایک ٹیکا ماتھے کے بیچ میں لگاتے
ہیں۔ اور جو لوگ صرف ہنومان جی کی پوجا کرتے ہیں
وہ لال سیندور کا ایک ٹیکا ماتھے پر لگاتے ہیں

ویش لوگ یعنی بنئے لکشمی (دولت) کی پوجا
کرتے ہیں اور زرد رولی کا ٹیکا اسکی علامت کے
لئے لگاتے ہیں۔ یہ چند خاص اور بڑی بڑی علامتیں
لکھی گئی ہیں ورنہ ہندو قوم اور ہندو مذہب کی
رنگا رنگی پر کچھ لکھنا اور ایک حد مقرر کرنا بالکل ناممکن ہے

چھوت چھات۔ ہندو قوم کی یہ خصوصیت تمام
دنیا میں نرالی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ کا
چھوا کھانا یا پانی نہیں کھاتے پیتے یہاں تک کہ باپ
بیٹے سے اور بیٹیاں ماں باپ سے چھوت کرتا ہے۔ اور
کوئی شخص ایک برتن میں شریک ہو کر کسی دوسرے
کیساتھ کھانا نہیں کھا سکتا۔ برہمن لوگ چھتریوں

اپنے سے کم سمجھتے ہیں اور چھتری ویشوں کو اور ویش
شودروں کو۔ اسی طرح تینوں فرقے شودروں کو
نہایت ذلیل خیال کرتے ہیں۔ یہانتک کہ اگر کسی
شودر کا سایہ کسی اعلیٰ ذات والے ہندو پر پڑجائے
تو اسکو نہانا پڑتا ہے اور بغیر غسل کے وہ کھانا نہیں
کھا سکتا۔

اس چھوت کی نسبت عقلا کے دو خیال ہیں
ایک فریق کہتا ہے کہ ہندو قوم اسی چھوت کے مسئلہ
کے سبب زندہ و برقرار ہے یہ مسئلہ نہ ہوتا تو اب تک
وہ یونانی اور اسلامی تاریخ کے اندر صفحۂ ہستی سے
فنا ہو چکی ہوتی دوسرا فریق کہتا ہے ہندوؤں
کی کمزوری اور قومی پستی کا سبب یہی مسئلہ ہے
اور اسی واسطے ہندو بہت تیزی کیساتھ کم
ہو رہے ہیں۔ ہر دس سال کے بعد جب
مردم شماری ہوتی ہے تو ہندو دس بارہ لاکھ
کم ہو جاتے ہیں اور اس کمی کی وجہ یہی ہے کہ
ان میں چھوت چھات ہے اور اس کے سبب
انکی جسمانی حالت کمزور ہوتی جاتی ہے اور نسل
پر اسکا بڑا اثر پڑ رہا ہے۔ مگر میں اس فریق کی رائے
کو تسلیم نہیں کرتا میرے خیال میں پہلا فریق
سچ کہتا ہے۔

ہندو تیرتھ ہندوؤں کا کوئی ایک ایسا
مذہبی مقام نہیں ہے جو سب ہندو فرقوں کا
مرکز ہو جیسے مسلمانوں کا مکہ ہے اور عیسائیوں
اور یہودیوں کا بیت المقدس ہے۔ ان کے
تیرتھ بے شمار ہیں اور بڑے تیرتھوں میں یہ
خصوصیت قابل لحاظ ہے کہ گنگا یا جمنا دریا
کے نہان کا تعلق اس سے ضرور ہوتا ہے
جیسے متھرا۔ ہردوار۔ بنارس۔ الہ آباد وغیرہ
خدا تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھنے والے غالباً
تین تیرتھ بڑے ہیں (تیرتھ اس بڑی مقدس جگہ
کو کہتے ہیں جہاں کا جانا بہت ضروری مانا گیا
ہو۔ مندر ہر جگہ اور ہر مقام پر ہو سکتا ہے مگر
تیرتھ مخصوص مقامات ہی میں ہوتے ہیں)
ایک تیرتھ ہردوار ہے۔ یہ مقام رڑکی کے
آگے گنگا کے کنارے واقع ہے یہاں صرف
گھاٹ کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور کوئی خصوصیت
صورت نہیں ہے۔ (اگرچہ لوگوں نے بہت سے
مندر بنائے ہیں مگر انکا تعلق اصلی تیرتھ سے
نہیں ہے) ان سیڑھیوں کو **ہر کی پیڑی**
کہتے ہیں یعنی خدا کی سیڑھی۔ اس مقام پر غسل
کرنا باعث نجات خیال کیا جاتا ہے لفظ ہر

بھی اسم ذات ہے۔ صفات کا اس سے تعلق نہیں ہے

دوسرا تیرتھ کاشی (بنارس) ہے۔
یہاں بھی گنگا جمنا ملی ہوئی بہتی ہیں اور ان میں غسل کرنا باعث نجات سمجھا جاتا ہے۔ اس تیرتھ کا تعلق شیو یعنی مہادیو سے ہے۔ جو اگرچہ صفات خلق و پرورش و فنا کا مجموعہ مانا گیا ہے تاہم اسکی حیثیت ذات واحد سمجھی جاتی ہے۔ یہاں بہت سے مندر شیوناتھ کے پائے جاتے ہیں اور ہندو علوم کا بھی یہ مقام پرانا مرکز ہے۔

تیسرا تیرتھ گیا ہے۔ یہ پھلگو دریا کے کنارے ہے۔ اور بشن جی سے اسکا تعلق ہے اوپر بتایا جا چکا ہے کہ بشن اسم ذات یا ذات بحت کا نام ہے۔ اس تیرتھ میں قدم کے نشان بھی ہیں جسکا طواف کیا جاتا ہے اور یہاں کی زیارت اپنے مرے ہوئے بزرگوں کی نجات و مغفرت کے لیے کیجاتی ہے۔ الہ آباد کے تیرتھ کو بھی بعض لوگ ذاتی تیرتھ کہتے ہیں یعنی صفات الٰہی سے اسکا تعلق نہیں ہے۔ اس شہر میں گنگا جمنا اور ایک تیسرا دریا آپس میں ملتے ہیں جس کو تربینی کہا جاتا ہے اور اسمیں نہانا یا اسمیں جلے ہوئے مردوں کی ہڈیاں اور راکھ ڈالنا باعث نجات سمجھا جاتا ہے تینوں دریاؤں کے ملنے اور سنگم کو ست رج تم تین صفات کا مرکز وحدت میں جمع ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

اوتاروں کے تیرتھ۔ اجودھیا فیض آباد میں سری رام چندر جی کے نام کا تیرتھ ہے متھرا سری کرشن جی کی پیدائش کے سبب تیرتھ ہے گوکل ان کی پرورش کا مقام تھا۔ اسواسطے تیرتھ ہے۔ بندرابن ان کے ظہور کی جگہ تھی اسواسطے تیرتھ ہے دوارکا جو کاٹھیاواڑ میں ہے سری کرشن جی کی وفات کا مقام ہے اسلئے اسکو تیرتھ سمجھا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اور جس قدر مندر اور تیرتھ ہیں وہ یا تو سورج چاند یا اور ستاروں سے تعلق رکھتے ہیں یا کسی مشہور اوتار سے انکی نسبت ہے۔ سومنات کا مشہور مندر چاند سے تعلق رکھتا تھا۔ سوم چاند کو کہتے ہیں۔

ہندوؤں کے نام۔ ہندو قوم کے نام اسمائے ذات الٰہی پر بہت کم رکھے جاتے ہیں بلکہ سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کے ناموں پر رکھے جاتے ہیں اور زیادہ تر سری کرشن ہی کے ناموں پر ہوتے ہیں۔

اسمائے ذات کے نام یہ ہیں۔ بشن سروپ ہرنام داس۔ مہادیو پرشاد۔ ہرچرن مہیش چرن وغیرہ۔ رام چندر جی اور ان کے بھائی کے نام پر بھی نام ہوتے ہیں۔ مثلاً رام چندر رام سروپ۔ رام سنگھ۔ لچھمن داس۔ ہنومان پرشاد۔

سری کرشن جی کے ناموں کی پیروی بہت ہی زیادہ کیجاتی ہے۔ مثلاً موہن داس کنہیالال۔ کرشن پرشاد۔ جگدیش پرشاد جانکی داس۔ برج لال۔ گوپال چند۔ کشن سنگھ وغیرہ۔

جوتش۔ ہندو قوم علم نجوم کو بہت مانتی ہے۔ اور کوئی کام بغیر جوتشی کے حکم اور اجازت کے نہیں کرتی۔ انکی شادیاں تو عموماً جوتش کے حساب سے ہوتی ہیں۔

ہندو تہوار۔ ہندوؤں کے تہوار عموماً موسموں کی تغیرات سے تعلق رکھتے ہیں یا کسی جنگی فتح کی یادگار ہیں وہ تہوار منایا جاتا ہے۔ مثلاً رام لیلا۔ رام چندر جی کی فتح لنکا کی نشانی ہے اور ہولی موسم بہار کی شروعات پر منائی جاتی ہے اور دیوالی دولت کی پوجا کا تہوار ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بھی کسی بڑی لڑائی کی فتح کا جشن ہے۔

خاتمہ

ہندوؤں جیسی عظیم الشان اور قدیمی قوم کی نسبت اور اس کے عجیب مذہب کے بارہ میں اس رسالہ کی مختصر باتیں اس قابل ہرگز نہیں ہیں کہ انکو ہندو قوم یا ہندو مذہب کی معلومات کہا جاسکے۔ تاہم چونکہ مسلمانوں میں اس قسم کے مضامین شائع نہیں ہیں۔ اسواسطے انکو یہ سب باتیں نئی معلوم ہونگی۔ اور ان کی معلومات کو تھوڑا بہت فائدہ اس رسالہ سے پہنچیگا۔

اب تک ہندوؤں کے مذہب کی نسبت صرف اعتراض کرنیوالے مسلمانوں نے کچھ رسائل لکھے تھے اور ہندو مذہب کی صرف وہی باتیں قلمبند کیں تھیں جن پر اعتراض ہوسکے مگر میں نے یہ رسالہ صرف مسلمانوں کی معلومات کے لئے لکھا ہے۔ جھگڑہ اعتراض اور مناظرہ اس سے مقصود نہیں ہے جیسا کہ میں نے شروع کے دیباچہ میں بھی ظاہر کردیا ہے۔ والسلام۔ حسن نظامی

ضمیمہ

ہندو مذہب کی معلومات کا رسالہ چھپ چکا تھا مگر اشاعت کی نوبت نہ آئی تھی کہ میرا حیدرآباد جانا ہوا۔ اور وہاں کے رسالہ ترقی میں نواب سرامین جنگ بہادر کا ایک مضمون "ملل ہنود کے فلسفہ" کے متعلق نظر سے گذرا جو اس قابل تھا کہ ہندو مذہب کی معلومات میں شریک کیا جائے اسکے بعد خود نواب سرامین جنگ بہادر سے ملنا ہوا اور انہوں نے رسالہ ترقی کے مطبوعہ مضمون کا غیر مطبوعہ بقیہ میری کتاب کے لئے عنایت فرمایا۔ میں ان دونوں مضامین کو یہاں درج کرتا ہوں

رسالہ ترقی میں جو مضمون شائع ہوا ہے اسپر ایک حاشیہ رسالہ کے ایڈیٹر صاحب نے اسلامی مطمح نظر سے لکھا ہے میں اسکو بھی درج کرتا ہوں تاکہ مسلمانوں کو غیر مسلم مذاہب کی معلومات حاصل کرنے کی جانب رغبت ہو۔

(حسن نظامی)

ملل ہنود کا فلسفہ

از نواب سرامین جنگ بہادر، ایم، اے

نواب سرامین جنگ بہادر، ایم اے۔ صدرالمہام پیشی بارگاہ حضور نظام اپنی شخصیت اور مشاغل علمی کی بدولت ہمارے تعارف و تعریف سے بے نیاز ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون ناتمام حالت میں اپنی محققانہ و فلسفیانہ شان کے ساتھ رسالہ ذخیرہ جلد ۴ نمبر ۵ و ۶ میں شائع ہوا ہے اب نواب صاحب موصوف نے غایت کرم سے اس کا بقیہ حصہ بھی عنایت فرمایا ہے لیکن تسلسل مطالعہ کے خیال سے اول رسالہ ذخیرہ

سے پہلا مضمون "ترقی" کے صفحات پر منتقل کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نمبر میں اس کا دوسرا حصہ تدر ناظرین کیا جائیگا۔

علم کلام کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ قبل دعوت کوئی قوم معذب نہیں ہوتی پھر کیا وجہ ہے کہ ہم کسی قوم یا گروہ کو بغیر تبلیغ رسالت اور اتمام حجت کے مستوجب عذاب وعقاب سمجھیں کیونکہ واجب تعالیٰ کا مدبر و موثر عالم ہونا ثابت و متحقق ہے۔ بلاد وعباد کا نظم ونسق، تدبیر وانتظام بھلائی، برائی۔ ہدایت ضلالت اسی کے ارادہ ومشیت اور دست قدرت میں ہے اس صورت میں وہ قوم جس پر خدا کی جانب سے کوئی نبی اور رسول ہی نہیں بھیجا گیا معذب کیونکر ہو سکتی ہے۔ اسی لیے ہر قوم وملک کے لئے کسی نہ کسی رہنما اور ہادی کی ضرورت ہے۔

آیات ذیل۔

(۱) وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ۔ ہر ہر قوم کے لئے رسول ہے۔

(۲) مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کوئی گاؤں بھی ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نذیر یعنی نبی نہ بھیجا گیا ہو۔

ہمارے اس ایقان کا باعث ہیں کہ ہنود کی کثیر التعداد قومیں اور ہندوستان کی سی وسیع قلمرو، جب کہ اجودھیا میں حضرت شیث علیہ السلام کی قبر ہو (جس کو ہندو رام جی کا سمادہ بتاتے ہیں) اور لنکا میں ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کا ورود ہوا ہو۔ کسی رہنما اور رسول سے خالی نہیں رہ سکتی قرآن مجید میں ایک موقعہ پر ارشاد ہوا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ

انبیا میں سے بعض ایسے ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھ سے بیان کیا اور

بعض ایسے ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہتیرے نبی ایسے ہیں جن کا حال ہم کو معلوم نہیں پس ان بزرگوں کی نسبت جو ہندوستان میں راہ نمائے حق گذرے ہوں جن کی تلقین ورہ نمائی، خدا پرستانہ زندگی اور تعلیم ہدایت مفید و مصلح قوم رہی ہو ہمارا یہ خیال کہ وہ نبی یا پیغمبر نہیں ہیں کسی طرح درست نہیں۔ اسلام کے اکثر علمائے عظام بھی مثلاً حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی و حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حضرت شاہ عبد العزیز صاحب، رام چندر جی، لچھمن جی، کرشن جی وغیرہ اوتار ہنود کو انبیائے مبعوثین میں شمار کرتے ہیں اور حضرت سید عبد الرزاق صاحب بانسوی مجدد الف ثانی بھی اس کے قائل ہیں کہ سرزمین ہند انوار نبوت سے معمور رہے۔

یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اسلامی روایتوں میں وارد و ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی جبین مبارک پر ودیعت تھا۔ اس طرح گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کا ظہور بھی اولاً ہند ہی میں ہوا۔ غرض یہ ہے کہ ہندوستان کی ہدایت کے لئے بھی جناب باری نے کچھ بزرگوں کو مبعوث فرمایا ہوگا اور وہ نفوس قدسیہ ارباب ذاکیہ و محسوب فی الانبیا ہو سکتے ہیں۔

گو اقوام ہنود امتداد زمانہ کی وجہ سے اپنی اصلی تعلیم سے دور جا پڑے ہوں تاہم موجودہ زمانہ میں اس کی سخت ضرورت ہے کہ ان کی اصلی تعلیم قدامت کی گرد سے پاک کر کے روشنی میں لائی جائے۔

نواب سراج جنگ بہادر نے اپنے اس فرض کو جس محنت و جانکاہی

سے انجام دیا ہے وہ قابل تشکر ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ نواب صاحب موصوف اس بارہ میں ملک و قوم کو آئندہ بھی اپنی عمدہ تحقیق سے استفادہ بخشتے رہیں گے۔
"مدیر"

ہند میں اگرچہ صدہا سال سے ہندو مسلمان بود و باش رکھتے ہیں۔ مگر شاذ و نادر ہی ہندو اپنے ہم وطن مسلمانوں کے عقائد سے واقف ہوں گے۔ دوسری طرف ان مسلمانوں کی بہت ہی کم تعداد ہے جو اپنے ہم وطن ہندوؤں کے عقائد میں کسی اچھی بات کا پایا جانا تسلیم کرتے ہیں بلکہ علی العموم تمام قوم کو بت پرست خیال کرتے ہیں۔ اس لاعلمی کا نتیجہ تعصب ہے جو ہند کے کسی نہ کسی شہر یا قصبہ میں کبھی کبھی ہندو مسلمانوں میں فساد پیدا کر دیتا ہے۔ اس مذہبی فساد کو مٹانے کے طریقوں میں ایک عمدہ طریقہ یہ ہے کہ دونوں قومیں ایک دوسرے کے عقائد سے واقف ہونے کی کوشش کریں۔ اس بارہ میں راقم السطور نے اپنے حد تک جو کوشش کی اس کا نتیجہ ایک عزیز و محترم دوست کے ایما سے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

ہنود کی مذہبی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب دراصل خدائے تعالی (پرمیشر) کی توحید پر مبنی ہے۔ ان کے تمام فرقوں کے علما کا اتفاق اصول ذیل پر ہے۔

(۱) خدا کی ذات پاک ایک ہے (ایکم ایوادی ویتم) وحدہ لاشریک لہ۔

(۲) البتہ ذات باری کے صفات بے حساب و بے شمار ہیں، چند اولیاء اللہ (رشی) نے صفات باری (دیوم) کا شمار تینتیس لاکھ تک کیا ہے۔

(۳) لیکن ان میں تین بڑے جامع صفات ہیں جو موجودات عالم (لوکم) کے قیام و نظام کے باعث ہیں

(i) خالق (برہما) = پیدا کرنے والا۔

(ii) حافظ (وشنو) = بچانے والا۔ حفاظت کرنے والا۔

(iii) مالک (سیوا) مارنے، جلانے والا۔ سزا، جزا کا مختار۔

(۴) ان ہر سہ صفات باری کا ظہور ایک ایک خاص قوت (شکتی) یعنے ذریعے سے ہوا ہے۔ اور ہوتا ہے۔

(i) خالق (برہما) نے اپنی حکمت (سرسوتی) سے دنیا کو پیدا کیا ہے یعنے خالق میں صفت حکمت مستور ہے۔

(ii) حافظ (وشنو) اپنی رحمت (لچھمی) کے ذریعے سے دنیا کا محافظ ہے یعنے حافظ کی صفت میں رحمت موجود ہے۔

(iii) مالک (سیوا) اپنی قدرت (پاروتی) سے دنیا میں سزا و جزا کا مختار ہے۔ مارتا جلاتا ہے یعنی مالک کی صفت میں قضا و قدر کا ظہور ہے۔

(خدائے تعالیٰ۔ (خالق × حکیم) × (حافظ × رحیم) × مالک × قادر)

(پرمیشر) = (برہما × سرسوتی) (وشنو × لچھمی) × سیوا) × پاروتی)

مگر علمائے ہنود نے پہلے اصل اصول (ایکم ایوا ادی وتیم) وحدہ لاشریک لہ کی تعبیر میں اختلاف کیا ہے جس کی صراحت متعاقب کی جائے گی۔ اور انہوں نے دوسرے اصول اکثر ایسے استعارات و تشبیہات کے پیرایہ میں بیان کئے ہیں جن سے یہ غلط فہمی عام طور پر رواج پا گئی ہے کہ ہنود تین خدا (برہما، وشنو، سیوا) کے قائل ہیں اور ہر ایک خدا کے لئے انہوں نے ایک وجہ (سرسوتی، لچھمی، پاروتی) مقرر کر دی ہے اور جس طور سے انہوں نے صفات باری کو علیحدہ علیحدہ متشخص و موسوم کیا ہے اس سے بھی یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ گویا ہنود (۳۳) لاکھ خدا کو مانتے ہیں۔ مگر یہ غلط فہمی ہرگز بجا نہیں ہے۔ کیونکہ

اصل عقیدہ جس کی نسبت ان کے تمام علما و فضلا متفق ہیں وہ فقط اسی قدر ہے کہ خدا کی ذات وحدہ لاشریک لہٗ ہے، اس کے تین بڑے جامع صفات ہیں، جو موجودات عالم کے بانی مبانی ہیں اور ہر ایک صفت کے ظہور کا طریقہ جو اس دنیا میں انسان کو محسوس ہوتا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ خدا حکمت والا، خالق رحم والا، حافظ، قدرت والا مالک، ہے یعنی دوسرے الفاظ میں خدائے تعالیٰ خالق، حکیم، حافظ رحیم، مالک، مقتدر ہے۔

یہاں تک تو الٰہیات ہنود میں ان کے تمام علما کا اتفاق ہے، مگر اس کے بعد اکثر مسائل الٰہیہ کی نسبت ان میں اختلاف واقع ہوا ہے جس نے ہنود کے مختلف فرقے پیدا کئے ہیں۔ ہر فرقہ ہر مسئلہ کو اپنے طور پر حل کرتا ہے اور دوسرے طریقوں کو رد کرتا ہے۔ یہ مسائل کب اور کس لئے معرض بحث میں آئے۔ اس کی صراحت ہنود کی تمدنی و اخلاقی تاریخ پر نظر ڈالے بغیر نہیں کیجا سکتی، اور تاریخی امور کے مجمل بیان کی بھی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ یہاں فقط تین چار اہم سوالات اور ان کے جوابات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو علمائے ہنود کے آپس کے مباحثات و مناظرات پر غور کرنے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جن پر چند موجودہ فرقہ ہائے ہنود کے عقیدوں کا دارومدار ہے۔

I خدائے تعالیٰ (پرمیشر) سے دنیا یعنی موجودات عالم (لوگم) کو کیا اور کیسا تعلق ہے؟ یہ سوال کلمۂ سنسکرت (ایکم ایوا ادی وتیم) کے معنوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کلمہ کا ترجمہ ہم نے اوپر (وحدہ لاشریک لہٗ) کیا ہے لیکن علمائے ہنود نے اس کا لفظی ترجمہ مختلف طور سے کر کے خدا اور دنیا کے باہمی تعلق کے مسئلہ کو تین طور سے طے کیا ہے۔

(۱) سری شنکر اچاریہ نے (جو دو ہزار سال قبل ہند میں واعظ تھے)

اس کے لفظی ترجمہ کے ساتھ اس کی تعبیر یوں کی ہے۔
(ایکم ایوا ادی ویتم) خدا ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں سوائے خدا کے اور کوئی موجود نہیں۔

لہذا جو موجود ہے وہ خدا ہی ہے، اس کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے۔ عالم جس کو ہم دنیا کہتے ہیں وہ اگر موجود ہے تو خدا ہی ہے اور کوئی نہیں خدا عالم ہے۔ اور عالم خدا ہے۔ خدا سے دنیا جدا نہیں اور دنیا سے خدا جدا نہیں۔

سری شنکرا چاریہ اور ان کے معتقدین (وحدت الوجود) کے قائل ہیں یعنی خدا کا موجودات عالم سے الگ ہونا نہیں مانتے۔ یہ نہ صرف (ہمہ اوست) کہتے بلکہ ہر چہ ہست اوست کہتے ہیں۔ اس فرقہ کا نام (اد ویتا) دوئی کو ترک کرنے والا فرقہ ہے۔ اس فرقہ والے برہمن (سمارتھا) اور کبھی (رسایئوا) بھی کہلاتے ہیں جن کے پیشانیوں کے قشقہ کا نمونہ ایسا (☰) ہوتا ہے۔ اس فرقہ کی دو شاخیں ہیں ایک جبریہ، دوسرے قدریہ جن کو مسئلہ جبر و قدر میں اختلاف ہے۔

(۳) سری رامانجاچاریہ نے (جو تقریباً نو سو سال قبل ہند میں واعظ تھے) یوں تعبیر کی ہے

ایکم ایوا ادی ویتم۔
خدا الگ بغیر دوسرے کے ہے
خدا کے سوائے اگر کوئی دوسرا موجود ہے، تو فقط اسی کا ظہور ہے۔ اور کوئی نہیں۔ لہذا جو موجود ہے اور جو ہم کو محسوس ہوتا ہے وہ خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔ دنیا اور خدا میں باہمی تعلق مثلاً ایسا ہی ہے جیسا کہ قالب اور روح ان ہے۔ روح سے قالب زندہ ہے اور نشو و نما پاتا ہے۔ پھر بھی قالب جدا ہی

اور روح الگ ہے۔ اگرچہ دونوں ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں اسی طرح خدا اور موجودات عالم یعنے دنیا ایک دوسرے سے الگ ہیں اگرچہ خدا بغیر دنیا نہیں اور دنیا بغیر خدا نہیں مگر ہم دنیا کو خدا نہیں کہہ سکتے اور خدا کو دنیا نہیں کہہ سکتے جس طرح روح سے (زندہ) جسم خالی نہیں ہے اسی طرح یہ زندہ موجودات عالم خدا سے خالی نہیں ہیں۔ خدا دنیا میں مانند روح کے موجود ہے۔

صوفی اگرچہ اوست وے اونمی شود　　آئینہ رونماست وے رونمی شود

سری راما نجاچاری اور ان کے معتقدین ایک خاص قسم کے (وحدت الوجود) کے قائل ہیں جس کی ہم نے (غالباً غیر مکمل) صراحت کی ہے۔ یہ فرقہ خدا کا دنیا سے برتر ہونا مانتا ہے۔ اگرچہ خدا کو دنیا سے بالکل جدا نہیں کرتا ہے یہ (ہمہ اوست) اور (ہمہ از وست) دونوں مقولوں کے معنے ایک سمجھتا ہی اس فرقہ کا نام (وشست ادوتیا ہے) جو ایک محدود (ددلی) کا قائل ہے اس فرقہ والے برہمن (وشنوا) کہلاتے ہیں۔ جن کی پیشانیوں کے قشقہ کا نمونہ ایسا (U) یا ایسا (U) ہوتا ہے اس فرقہ کی بھی دو شاخیں جبریہ و قدریہ ہیں جن کو مسئلہ جبر و قدر میں اختلاف ہے

ایک فرقہ اور بھی ہے جس کے بانی سری دلبھاچاریہ ہیں (جو تقریباً پانچسو سال قبل ہند میں واعظ تھے) اور جن کے معتقدین بھی ایک خاص قسم کے وحدت الوجود کے قائل ہیں ایک محدود (ددلی) خدا اور دنیا میں ملنتے ہیں گویا دنیا مانند روشنی کے ہے۔ اور خدا مانند روشنی دینے والے چراغ کے ہے بغیر چراغ کے روشنی نہیں اور روشنی بغیر چراغ نہیں پھر بھی چراغ الگ ہی اور روشنی الگ ہے۔

آدم کو خدا مت کہو آدم خدا نہیں لیکن خدا کے نور سے آدم جدا نہیں

ولبھاچاریہ فرقہ کے اعتقادات اور وشنو فرقے اعتقادات میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اس فرقہ والوں کی پیشانیوں کے قشقہ کا نمونہ ایسا (U) یا ایسا (U) ہوتا ہے۔

(۳) سری مادھوا چاریہ نے جو تقریباً سات سو سال قبل ہند میں واعظ تھے یوں تعبیر کی ہے۔

ایکم ایوا دوی تییم
خدا ایک ہے دوسرا خدا نہیں ہے۔
خدا کے ساتھ دوسرا کوئی شریک نہیں ہے۔

لہٰذا موجودات عالم جن کو ہم دنیا کہتے ہیں وہ خدا کے ساتھ کسی طرح شریک نہیں بلکہ خدا سے بالکل جدا مخلوق ہیں۔ خدا الگ ہے اور دنیا الگ ہے۔ ان دونوں میں فقط خالق و مخلوق کا تعلق ہے اور کچھ نہیں۔

سری مادھواچاری اور ان کے معتقدین (وحدت الوجود) کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا سے خدا کی ذات برتر اور بالکل جدا سمجھتے ہیں مقولہ (ہمہ اوست) کے منکر فقط (ہمہ از وست) کے قائل ہیں اس فرقہ کا نام (دوتیا) ہے۔ جو خدا اور دنیا میں بالکل (دوئی) جدائی کو تسلیم کرتا ہے۔ اس فرقہ والے برہمن (مادھوا) کہلاتے ہیں۔ جن کے پیشانیوں پر قشقہ فقط ایک سیاہ نقطہ ہوتا ہے اور انکے کنپٹیوں پر اور داہنے بائیں مونڈھوں پر صندل کے چھاپے رہتے ہیں۔

(۴) خدا کے تین جامع صفات (برہما، وشنو، سیوا) مع ان صفات کے جو ان کے لازم و ملزوم ہیں (سرسوتی، لچھمی، پاروتی) ان میں کونسی صفت سب سے بڑی ہے یعنی سب سے ہم عمر کا اتنا انسان کے لئے قابل پرستش ہے؟

اگر یہ مان لیا جاتا ہے کہ فقط خدائے تعالیٰ (پرمیشر) کی ذات ہی قابل پرستش ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ خدا کی ذات بیچون جو انسان کے حس فہم وخیال سے بالاتر ہے اس کی پرستش انسان ضعیف العقل سے نہیں ہو سکتی انسان کے لئے پرستش کے واسطے کوئی ایسی شئے یا کوئی ایسا مفہوم ہونا چاہیئے جو اس کے عقل وفہم میں آسکتا ہو اس لئے خدا کے صفات جس کا ظہور موجودات عالم میں ہے انہیں کی پرستش انسان کرسکتا ہے اور تمام صفات باری کی یکساں پرستش بھی انسان کے امکان سے باہر ہے۔ لہذا فقط کسی ایک صفت باری کی پرستش ہی انسان سے اچھی طرح ہو سکتی ہے۔

خدائے تعالیٰ کے لکھوکھا صفات میں سے فقط ایک صفت کی پرستش ہی انسان کرسکتا ہے اور کسی ایک صفت کی پرستش انسان کے واسطے اصل خدا کی ذات کی پرستش ہے۔ کیونکہ صفت اس کے موصوف سے جدا نہیں ہے، اور نہ جدا ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے تین جامع صفات میں سے کونسی صفت ہے جو دنیا میں اچھی طرح ظاہر ہے جس کی پرستش انسان اپنے دل وجان سے کرکے خدائے تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکتا ہے جو پرستش کا مقصود ہے۔

(۱) سائیوا فرقہ والے جو ادوتیا ہیں (مالک ومقتدر) کے صفات کو سب سے بہتر پرستش کے قابل سمجھتے ہیں۔

(۲) ویشنوا فرقہ والے جو دشستا ادوتیا ہیں (حافظ رحیم) کے صفات کو سب سے بہتر پرستش کے قابل سمجھتے ہیں۔

(۳) لینگائت، سکھتا، یہ دو فرقے خالق وحلیم کے صفات کی پرستش کو دوسرے صفات کی پرستش سے بہتر سمجھتے ہیں۔

لنگائت خالق کی صفت کو مذکر تصور کرتے ہیں اور سکھتا حکیم کی صفت کو مؤنث تصور کرتے ہیں۔ صفت مؤنث کو صفت مذکر پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہر ایک فرقہ اپنی پرستش میں غلو و مبالغہ کرتا ہے۔ صفت کو چھوڑ کر موصوف یعنی مظہر صفت کی پرستش جائز رکھتا ہے۔ اس بات سے بُت پرستی کے وجوہ سے ہمیں یہاں بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم تمام فروع سے قطع نظر کرکے فقط ہر فرقہ ہنود کے اصول کی صراحت کرتے ہیں اور کوئی اعتراض یا نکتہ چینی اس تحریر کے مقصد سے خارج ہے۔

زنار پہننے والے ہنود جو ہند میں ہیں ان میں فیصدی (۷۵) سائیوا فرقہ والے ہیں اور فیصدی (۱۵) وشنوا فرقہ والے ہیں بقیہ فیصدی (۱۰) دوسرے فرقہ والے ہیں۔

III انسان کو کس قسم کے جوش و خلوص کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی پرستش کرنی چاہیئے؟ آدمی سے آدمی کو محبت تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک محبت ماں بیٹے میں ہوتی ہے۔ دوسری محبت میاں بیوی میں ہوتی ہے، تیسری محبت مرید و مرشد میں یا شاگرد و استاد میں ہوتی ہے۔ انسان کے لئے خدا کے ساتھ ان تینوں قسم کی محبت کا رکھنا جائز سمجھا گیا ہے لیکن ہر ایک فرقہ ان میں سے ایک قسم کی محبت کو دوسرے دو قسموں کی محبت پر ترجیح دیتا ہے۔

IV دنیا میں انسان کے لئے ذریعہ نجات کیا ہے؟ یہاں دنیا سے مراد کل موجودات عالم نہیں ہے۔ فقط ہر فرد بشر کا ماحول مراد ہے یعنی وہ دنیا جس کو ہر آدمی اپنے اطراف و جوانب میں محسوس کرتا ہے۔ یہ دنیا ہر آدمی کے خیال عقل و حواس کے فراخور چھوٹی بڑی ہوسکتی ہے۔ علمائے ہنود کے نزدیک ایسی دنیا بے ثبات و ناپائدار و فانی ہے۔ اس دنیا کی جملہ لذتیں محض

گندم نما جو فروش ہیں جن سے انسان کو خوشی سے زیادہ دکھ درد حاصل ہوتا ہے علی الخصوص جبکہ انسان دنیاوی خواہشات و لذتوں میں مبتلا ہو کر اپنے خدا کو بھول جاتا ہے تو اس سے اس کو جسمانی و روحانی مضرت کے سوا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ لہذا ہر فرد بشر کے لئے لازم و ضرور ہے کہ اس محسوسہ دنیا سے جس قدر جلد ہو سکے نجات حاصل کرے۔

(الف) چند ہنود کے نزدیک نجات سے مراد نیست و نابود ہو جانا ہے ان کے عقیدہ میں ہر آدمی کے وفات کے بعد اس کی روح دوسرے قالب میں پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح بار بار مختلف قالبوں میں پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح بار بار مختلف قالبوں میں پیدا ہو کر دنیا کے آفات و مصائب جھیلتی رہتی ہے تاوقتیکہ ہر انسان کی روح نیست و نابود نہ ہو جائے اور بار بار قالب بدلکر دنیا میں آنے سے رک نہ جائے اس کو نجات حاصل نہیں ہوتی۔ یعنی نجات ہر منفرد روح کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ (نروانا) نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ غرض (نروانا) حاصل کرنا انسان کے واسطے (نجات) ہے۔

(ب) چند دوسرے ہنود کے نزدیک (نجات) سے مراد ہے انسان کی روح کا خدائے تعالیٰ کی روح سے مل کر ایک ہو جانا۔ ان کے اعتقاد میں ہر آدمی پرمیشر کی روح کا ایک بہت ہی خفیف سا جزو ہے۔ جو انسان کی پیدائش کے وقت اس کے قالب میں کسی نہ کسی طور سے آجاتا ہے۔ نیک انسان کی روح تو اس کے وفات کے وقت اس کا قالب چھوڑ کر فوراً اپنے اصل یعنے پرمیشر کی روح کی طرف رجوع کر کے اس سے مل جاتی ہے۔ لیکن گنہگار انسان کی روح اس کی وفات کے بعد اکثر دوسرے قالبوں میں پیدا ہو کر آفتیں سہتی رہتی ہے اور کبھی یونہی بغیر قالب کے بھٹکتی

بچھرتی ہے۔ البتہ جب اس کا فرزند یا اور کوئی قریب کا رشتہ دار سخاوت وغیرہ
نیک کاموں سے اسکی روح کو ثواب پہنچاتا ہے تو اس وقت وہ روح
پرمیشر کی روح میں جاکر ملجاتی ہے اور نجات ہوجاتی ہے۔

الغرض اس دنیا میں انسان کی نجات کے واسطے خواہ اس سے
کچھ بھی مراد ہو ہر فرقہ ہنود کے نزدیک (بھگتی) کی ضرورت ہے فقط بھگتی
ہی ذریعہ نجات ہے لیکن بھگتی) کے معنوں میں علماے ہنود میں اختلاف
واقع ہوا ہے۔

(۱) ایک گروہ کے نزدیک بھگتی سے مراد افعال حسنہ ہے افعال وہی
نیک ہیں جو خالصتاً للہ کئے جائیں جو کام دنیا میں کیا جائے وہ کسی ذاتی یا
دنیاوی غرض یا خیال سے نہ کیا جائے۔ بلکہ فقط اللہ کے واسطے اللہ کی رضا
جوئی کے لئے کیا جاوے۔ انسان اس دنیا میں (کریا یوگ) حاصل کرے یعنے
(فنا فی فعل اللہ) ہوجائے۔

دوسرے گروہ کے نزدیک (بھگتی) سے مراد عشق ہے دنیا میں آدمی
ہر انسان و ہر شئے کو مظہر صفات الٰہی جان کر اس سے محبت کرے یعنی اس کو
اپنے نفس اور اپنے ذات پر ہر امر میں ترجیح دیتا ہے حتیٰ کہ اس کو اس عشق مجازی
کی وجہ سے عشق حقیقی حاصل ہوجائے۔ اللہ سے عشق پیدا ہوجائے اس دنیا
میں انسان کا نا یوگ حاصل کرے یعنی وہ فنا فی صفات اللہ ہوجائے۔

(۳) تیسرے گروہ کے نزدیک (بھگتی) سے مراد عرفان ہے دنیا میں انسان
کبھی خدا کو نہ بھولے ہر وقت ہر لحظہ یاد الٰہی میں مشغول رہے اللہ کی قدرت و دیگر
صفات الٰہی پر غور کر کے خدا کے پہچاننے کی کوشش کرتا رہے حتیٰ کہ وہ اپنے
کو خدا میں دیکھے اور خدا کو اپنے میں دیکھے انسان اس دنیا میں (گیان یوگ)

حاصل کرے یعنے (فنا فی اللہ) ہو جائے،

ہر قسم کا یوگ حاصل کرنے کے لئے ہر گروہ ہنود کے ہاں زہد و تقوی عبادت اور ریاضت کے جداگانہ خاص طریقے ہیں جو مرشد مریدونکو سکھاتے ہیں

ہنود کی مذہبی کتابوں میں زیادہ تر بحث ذات باری (پرمیشر) و حقیقت روح (آتمان) سے ہے۔ ذات باری کی بحث کے چند اصول و فروع کا خاکہ سابقہ آرٹیکل میں کھینچا گیا ہے۔ جو رسالہ ہذا کے ماہ شعبان کے نمبر میں شائع ہوا ہے اسی کے سلسلہ میں اب حقیقت روح کے چند اصول و فروع کا خاکہ کھینچنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ اسکا بھی حسب سابق مقصد یہی ہے کہ محض تصریح و توضیح کیجائے کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔

علمائے ہنود کے نزدیک دنیا یعنی عالم محسوسات کے دو جزو ہیں۔ جزو اول مادہ ہے جو باعتبار جنس ایک ہے لیکن جمادات نباتات۔ حیوانات "والنسانات" کے مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسکو (عالم اجسام) کہتے ہیں۔ جزو ثانی روح ہے جو باعتبار جنس ایک ہے مگر مختلف حالتوں میں متفرق اجسام میں حل ہو کر انکی نشوونما کی باعث ہوتی ہے۔ اسکو (عالم ارواح) کہتے ہیں۔ کلکتہ میں سر جگدیش بوس نے چند خاص آلات کے ذریعے سے ثابت کردیا کہ حیوانات "والنسانات" کے سوا جمادات و نباتات میں بھی ایک قسم کی روح موجود ہے۔ مگر اس وسیع مضمون کو مختصر و محدود کرنے کے لئے یہاں روئے سخن صرف النسان و روح النسان کی طرف ہے۔ سہولت کی غرض سے اس مضمون کا خلاصہ ایک شجرہ کے طور پر حسب ذیل بتایا جا سکتا ہے۔

اور وہ یہ ہے۔

دنیا = عالم محسوسات

مادہ (عالم اجسام) — حلول — روح (عالم ارواح)

قالب انسان — نفس انسان

اعمال صالح — اعمال طالح — نیت نیک

"کرم" دہرم

I تناسخ ارواح

عالم اجسام سے عالم ارواح بالکل جداگانہ ہے اگرچہ دونوں میں اکثر ارتباط و اتحاد رہتا ہے۔ ارواح اپنے عالم سے اجسام میں آکر افرادِ انسان پیدا کرتی ہیں۔ ہر فرد بشر کی موت کے بعد اس کی روح علی العموم دوسرے جسم میں پیدا ہوتی ہے۔ اور کبھی اپنے عالم میں واپس چلی جاتی ہے۔ روح کو جسم سے کس طرح ارتباط و اتحاد رہتا ہے وہ محض تشبیہات سے ہی بیان کیا جا سکتا ہے

(الف) مادہ۔ مادہ کی شکل۔ اور روح۔ ان ہر سہ کے باہمی تعلق کی ایک تشبیہ وید کے کتاب چھاندوگ میں ایک رشی نے اپنے فرزند کے سوال کے جواب میں بیان کی ہے۔ مادہ مانند پانی کے ہے جو جس شکل کے برتن میں رہے اسکی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ روح مانند نمک کے ہے جو پانی میں ڈالدینے سے اس میں ایسا گھل جاتا ہے کہ برتن کے تمام پانی کا ہر ذرہ یکساں کھاری رہتا ہے۔ گویا نمک کا ہر ذرہ پانی کے ہر ذرہ کے ساتھ پورے طور سے مل گیا ہے۔ جب ایک عرصہ کے بعد برتن سے پانی بخار ہو کر اڑ جاتا ہے تو نمک جیسا کہ

پانی میں گھلنے کے قبل تھا ویسا ہی باقی رہتا ہے۔ مادہ جب انسان کی شکل میں
عیاں ہوتا ہے تو روح اس کے ہر عضو ہر حصہ عضو بلکہ اسکے ہر سالمہ میں یکساں
ساری وطاری رہتی ہے۔ مگر جب او شکل انسان کو بدلنے کی طرف مائل ہوتا
ہے یعنی جب جسم مرجاتا ہے تو روح جیسی تھی ویسی ہی باقی رہ جاتی ہے۔

(۱۰) ایک اور تشبیہ یہ ہے کہ جسم مانند بانسری کے ہے اور اس میں روح
مانند بانسری بجانے والے کے سانس کے داخل وخارج ہوتی رہتی ہے سانس
ایک سرے سے داخل ہوکر دوسرے سرے سے خارج ہوتے تک بانسری بولتی
رہتی ہے بعدہ خاموش ہوجاتی ہے۔ اسی طرح جس عرصہ تک روح جسم میں رواں
رہتی ہے جانور یا انسان جاگتا سوتا۔ کھاتا پیتا۔ بولتا چلتا رہتا ہے مگر جسوقت
روح جسم کو چھوڑ دیتی ہے اسکی بول چال بالکل موقوف ہوجاتی ہے ؎

بالب دمساز خود گر جفتمے ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے
ہر کہ او از ہم زبانے شد جدا بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا

II مدارج ارواح

جب تک روح زندان جسم میں مقید رہتی ہے لمصداق (کل شئ یرجع
الی اصلہ) اپنے زندان سے رہا ہوکر اپنے عالم ارواح میں واپس چلے جانے
کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ روح کی یہی کوشش آزادی ہے جو جسم کے
ان جملہ حرکات و کنایات کو پیدا کرتی ہے جنکو ہم حیات وزندگی کے آثار سمجھتے
ہیں۔ غرض علمائے ہنود نہ صرف روح کا وجود جسم سے جداگانہ مانتے ہیں بلکہ
اسکے حلول و اتحاد کے بھی قائل ہیں۔ ان کی رائے میں روح قدیم ہے مادہ قدیم
نہیں۔ کیونکہ [illegible]

والے ویدانتیوں کے عقیدہ میں عالم ارواح ایک بحر ذخار ہے جس کے قطرے منفرد ارواح ہیں ؎

حق بحر حقیقت است و کونین درو　　چوں یخ بمیان آب و آب اندر یخ

اندر ہمہ اوست کہنے والے بھگتیوں کے عقیدہ میں عالم ارواح ایک بقعہ نور ہے جسکی شعاعیں منفرد ارواح ہیں ؎

یار لیلیٰ وش من غیر من مجنون نیست　　شمع از دائرہ پرتو خود بیروں نیست

لیکن دونوں فرقوں کا اتفاق ہے کہ جب منفرد ارواح اجسام میں آکر بشکل انسان پیدا یا ظاہر ہوتی ہیں (انفاس) کہلاتی ہیں ہر نفس انسانی کے تین درجے یا حالتیں ہیں۔ بُھر۔ بھوار۔ سور گو۔

(۱) روح کی حالت اسفل (بھُر) نفس حیوانی ہے جسکا خاصہ (کام) شہوت ہے مثلاً بھوک پیاس وغیرہ جو جسم کے ضروریات نشوونما کو رفع کرتی ہے۔ نفس حیوانی کو اہل تصوف کی اصطلاح میں نفس امارہ کہیں گے۔

(۲) روح کی حالت اوسط (بھوار) نفس خودی ہے جسکا خاصہ (اہنکار) ہوا و ہوس یعنی ذاتی خواہش ہے جو انسان کو اپنی (سکھ) راحت حاصل کرنے اور اپنے کو (دکھ) آفت سے بچانے کی کوشش میں رکھتی ہے۔

یہ وہی نفس ہے جسکو ہر انسان (من) اپنی ذات سمجھتا ہے۔ اسیکو "میں" کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اپنے تمام اعضا و افعال اپنے تمام حالات وخصائل میں سے کسیکو بھی "میں" نہیں کہتا ہے بلکہ اون سب کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ عضو میرا ہے۔ وہ فعل میرا تھا۔ میں ایسی حالت میں ہوں۔ میری خصلت ویسی تھی۔ گویا یہ سب اگرچہ اسکی ذات سے متعلق ہیں لیکن اسکی ذات اون سب سے الگ ہے۔ اپنی

ذات کے انہیں متعلقین سے کام لیتے ہیں (نفسانیت) پیدا کرتا ہے یعنی اپنی ذات کے واسطے منفعت و دفع مضرت کے افکار و افعال میں مبتلا رہتا ہے جو فی الحقیقت اس کے نفس خودی کے اہنکار ہیں۔

اہل تصوف نفس خودی کے ایک اہنکار کو نفس لوامہ کہتے ہیں جبکہ وہ اپنے کئے سے پشیمان ہو کر اپنے آپ کو لعنت و ملامت کرتا ہے۔ نفس خودی کی حالت لوامہ اسکو حالت علوی کی طرف مائل کرتی ہے۔

(۳) روح کی حالت علوی (سورگھ) نفس ملکوتی ہے جسکا خاصہ (آتمان) برات ہے یعنے تمام کا مادہ اہنکار جملہ شہوات حیوانی و خواہشات نفسانی سے بری یا الگ ہو جاتا۔ اہل تصوف کی اصطلاح میں آتمان کو نفس مطمئنہ کہیں گے۔

نفس حیوانی کو اپنے آپ کا شعور نہیں رہتا اور اگر رہتا بھی ہے تو اس قدر کم رہتا ہے جو بے شعوری کے مساوی ہوتا ہے۔ گویا ایک گدھا ہے جسکو اپنی ذات کی خبر ہی نہیں اپنے پرائے کی تمیز ہی نہیں فقط پیٹ بھر لنے اور پیاس بجھانے کے واسطے مارا مارا پھرتا ہے۔ انسان بھی جسوقت کسی کام میں مبتلا ہو جاتا ہے اپنی کسی شہوت کو پوری کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ تو اسوقت اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ اسکو اپنی ذات کا شعور نہیں رہتا بخلاف اس کے نفس خودی کو اپنے آپ کا کامل شعور رہتا ہے۔ وہ اپنے پرائے کی اچھی تمیز کر سکتا ہے۔ اسی ذاتی شعور کی وجہ سے وہ اہنکار نفسانیت۔ ذاتی ہوا و ہوس میں ایسا پھنسا رہتا ہے کہ اسکو خود اپنی خوشی و راحت کے سوا کسی دوسرے کے غم و اذیت کی پرواہ ہی نہیں رہتی اور اگر کبھی رہتی بھی ہے تو محض اپنی ذات کے سکھ کے واسطے رہتی ہے۔ چنانچہ جو انسان اہنکار۔ نفسانیت میں مبتلا رہتا ہے وہ اگرچہ اپنے بال بچوں کی نگرانی حفاظت و پرورش کرتا ہے لیکن

محض اپنی ذاتی غرض سے کرتا ہے کیونکہ اگر وہ چین سے نہ رہیں تو خود اس کی ذات کی راحت سکھ میں فرق آتا ہے یا اسکو کسی قسم کی اذیت ہوتی ہے لیکن آتمان نفس ملکوتی ہر ایسی خود غرضی، نفسانیت و اہنکار سے بری رہتا ہے اسکو پورے طور سے اپنے آپ کا شعور رہتا ہے اور اپنے پرائے کی تمیز نفس خودی سے بھی زیادہ یوں کرتا ہے کہ دوسروں کے راحت و آرام کو اپنے راحت و خوشی پر ترجیح دیتا ہے۔

ایک فرقہ ہندو کا خیال ہے کہ آتمان نفس ملکوتی وہی ہے جو شہوات حیوانی (کاما) اور خواہشات نفسانی (اہنکار) کو بالکل ترک کردے بلکہ انکو مار کر کالعدم کردے۔ اسی غرض سے اس فرقہ کے بعض اشخاص تارک الدنیا (سنیاسی) ہوجاتے ہیں۔ شدید ریاضت اور نفس کشی کو بہترین عبادت سمجھتے ہیں لیکن اور ایک فرقہ ایسی نفس کشی کو یعنی جسم کو ہر قسم کی آفت میں ڈالکر نفس کے کاما و اہنکار بالکل ترک کالعدم کردینے کو غیر ممکن سمجھتا ہے۔ اس کی رائے میں شہوات و خواہشات نیست و نابود نہیں ہوسکتے۔ انسان سے جو ہمیشہ مرکب الخطا والنسیان ہے فقط یہی ہوسکتا ہے کہ ہر حیں اپنے ذاتی اغراض وخواہشات کو خدائے تعالیٰ جو نفس کل (پرآتمان) ہے اوسکی مرضی کے تابع کردے۔ اس فرقہ کے اشخاص تارک الدنیا سنیاسی نہیں ہوتے بلکہ (بھکتی) مرد باخدا ہوکر اسکے خلایق کی بہبودی کے ہر طرح سے خواہاں وجویان رہتے ہیں۔ بہرحال سنیاسی و بھکتی دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ نفس خودی دوسرے دو انفاس نفس حیوانی و نفس ملکوتی کے مابین بطور برزخ واقع ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک طرف خاصیات حیوانی دوسری طرف خصوصیات ملکوتی دونوں پائے جاتے ہیں۔ آج کل کے سائنس کی رائے بھی یہی ہے۔ کہ

آدمی زادہ طرفہ معجون است | از فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند میل این شود کم ازین | ور کند قصد آن شود بہ ازان

III ثمرہ حیات و ذریعہ نجات

اس تناسخ ارواح و مدارج انفاس کی ساری بحث کی غائت یہی ہے کہ مذہب کے دو اہم ترین امور کا تعین کیا جائے۔ ایک یہ کہ انسان کی حیات کا ثمرہ (کرم) کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ حیات کا بہترین ثمرہ پانے کا طریقہ (دہرم) کیا ہے؟

(۱) "کرم" یعنی ثمرہ حیات۔ عین حیات یعنی جس عرصہ تک روح قالب میں مقید رہتی ہے دونوں کے باہمی ارتباط و اتحاد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف قالب کی نشو و نما ہوتی ہے۔ دوسری طرف روح کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ بتدریج درجہ اسفل سے اوسط اور اوسط سے اعلیٰ کی طرف عروج پاتی ہے یا بعکس اعلیٰ سے درجہ اوسط یا اسفل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ کسی انسان کی حیات کے آخر میں یعنی موت کے وقت جو حالت اسکی روح کی رہتی ہے اوسکو "ثمرہ حیات" (کرم) کہتے ہیں جیسے جیسے قالب میں روح کی حالت بدلتی جاتی ہے ویسے ویسے وہ آرام پاتی ہے یا آفتیں سہتی ہے اور موت کے بعد دوسرے اچھے یا برے قالب میں پیدا ہو کر مزید آرام پاتی ہے یا مزید آفتیں جھیلتی ہے۔ مثلاً اگر زید اپنی عمر بھر اپنی (کاما) شہوتوں کو پورا کرنے میں مصروف رہے تو اسکی روح نفس خودی کے اوسط حالت سے بتدریج نفس حیوانی کی اسفل حالت اختیار کرلے گی۔ اور اسی وجہ سے زید خود اپنی زندگی میں کامل راحت نہیں پاسکے گا۔ اوسکی موت کے بعد اسکی روح کسی برے حیوان کے قالب میں پیدا ہو کر مزید آفتوں میں مبتلا رہے گی۔ اگر خالد اپنے

(اہنکار) خود غرضیوں کو ترک کرکے رفاہ عام کے کاموں کا دلدادہ رہیگا تو اسکی روح نفس خودی کے اوسط قالب سے بتدریج ترقی کرکے نفس ملکوتی کی اعلیٰ حالت اختیار کرے گی اور اسی وجہ سے خالد اپنی زندگی میں بھی چین سے رہ سکے گا۔ اور موت کے بعد اسکی روح کسی اچھے انسان کے قالب میں پیدا ہوکر خوش و خرم رہے گی۔ خاص خاص اشخاص جو اخیار وابرار (رشی منی) ہوتے ہیں انکی روح جو نفس ملکوتی کی اعلیٰ حالت میں رہتی ہے اس سے عروج کرکے ایسی اعلیٰ ترین حالت میں آجاتی ہے کہ ان کی موت کے بعد وہ کسی دوسرے قالب میں پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ عالم ارواح میں واپس چلی جاتی ہے وہاں سے پرواز کرکے وصال آلہی پاتی ہے ؎

این جان عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست روزے رخش بہ بینم وتسلیم وے کنم

غرض انسان کی حیات کا بدترین ثمرہ (کرم) یہ ہے کہ اس کی روح نفس حیوانی کی حالت میں بار بار حیوانوں کے بدترین قالب میں پیدا ہوکر حیوانوں کی سی زندگی اقسام کے رنج ومحن میں بسر کرے۔ اور حیات کا بہترین ثمرہ (کرم) وہ ہے کہ روح نفس ملکوتی کی حالت میں بار بار اخیار وابرار کے قالب میں پیدا ہوتی رہے اور بالآخر عالم ارواح میں چلی جائے پھر عالم اجسام میں نہ آئے بلکہ مزید ترقی کرکے وصال الٰہی سے مشرف ہوجائے۔

(۲) دہرم یعنی اچھا ثمرۂ حیات حاصل کرنے کا طریقہ: اول تو عمل صالح ہے جو (کام) شہوتوں سے جس قدر ہوسکے بچنا اور افراط وتفریط سے پرہیز کرنا ہے۔ ثانیاً نیک نیت جو (اہنکار) خود غرضیوں کو روکتی ہے عمل صالح میں عبادت۔ ریاضت۔ سخاوت وغیرہ شریک ہیں اور نیک

حافظ

نیت میں دوسروں کی بہبودی کو اپنے آرام و خوشی پر ترجیح دینا شامل ہے
لیکن بمصداق (انما الاعمال بالنیات) عمل و نیت توام ہیں ایک دوسرے
سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نیت جو نیک و بد ہوتی ہے۔ وہ نفس سے متعلق
ہے۔ عمل جو صالح و طالح ہوتا ہے اعضاء کے حرکات و سکنات پر مبنی ہے
پس عمل صالح وہی ہے جو نیک نیت سے وقوع میں آئے۔ انسان کی روح
عمل صالحہ سے درجہ اعلیٰ کو پہنچ سکتی ہے اور عمل طالح سے درجہ اسفل کی
مصیبتیں جھیلتی ہے۔

لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت

احمد حسین امین جنگ۔

نواب امین جنگ بہادر نے باوجود مسلمان ہونے کے ہندو ملل کے فلسفہ کو
بہت عمدگی سے بیان کیا مگر اس مضمون میں بھی وہی ایک کمی ہے جو میرے مضامین مندرجہ
کتاب ہذا میں ہے کہ الفاظ سنسکرت کے تلفظ اور رسم تحریر میں درستی نہیں معلوم
ہوتی اور یہ کمی معمولی نہیں ہے مسلمان جب اس کتاب کو پڑھیں گے تو ان کی معلومات
ادھوری رہے گی جبتک کہ وہ الفاظ کا تلفظ ادا نہ کر سکیں۔

نواب امین جنگ ایسے ملک کے رہنے والے ہیں جہاں سنسکرت کے
بڑے فاضل موجود ہیں اور وہاں کی ملکی زبانوں میں سنسکرت کے الفاظ بکثرت پائے
جاتے ہیں لہذا انہوں نے جس طریقے سے الفاظ سنسکرت کو لکھا ہے وہ غالباً صحیح ہوگا
بعض الفاظ ایسے ہیں جنکی رسم تحریر میرے قلم سے اور طرح ادا ہوئی ہے اور نواب
امین جنگ نے اور طریقے سے لکھا ہے۔ یہ فرق اور تفاوت ہر زبان میں پایا جاتا
ہے مثلاً اردو زبان کے بعض الفاظ جن میں قاف کا حرف ہو پنجاب والے اسکا

تلفظ کاف کرتے ہیں اور حیدر آباد والے قاف کا تلفظ (خ) کرتے ہیں اور (خ)
کا تلفظ قاف کرتے ہیں۔ اگر انکو یہ کہنا ہو کہ قاضی قمر الدین صاحب کو بخار آگیا، تو وہ
یوں کہیں گے خاضی خمر الدین صاحب کو بقار آگیا۔ یہی حال عربی زبان کا ہے
جو تلفظ مصر والوں کا ہے وہ اہل شام کا نہیں ہے جو شام والوں کا ہے وہ اہل
حجاز کا نہیں جو حجاز والوں کا وہ اہل یمن کا نہیں، مصر والے جیم کو گاف بولتے ہیں
جامع مسجد کو گامع مسگد کہتے ہیں حجاز والے قاف کو گاف بولتے ہیں ھذاحقی
کو ھذا حگی کہتے ہیں۔ اہل شام (ث) کا تلفظ (ت) کرتے ہیں اور قاف کا تلفظ
(الف) مثلاً ثلثہ کو تلاتہ کہتے ہیں اور ثنتین کو اتنین قال کو آل۔ قل کو اُل یہی حال
سنسکرت کا ہے۔ ہندوستان کے ہر صوبہ میں انکے الفاظ کا تلفظ جداگانہ ہے
اس لحاظ سے اگر کوئی مسلمان الفاظ سنسکرت کا تلفظ درست ادا نہ کر سکے تو وہ قابل
الزام نہیں ہے۔

یہ تو میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ میں نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے وہ ہندو کتابوں
اور ہندو اہل علم سے حاصل کر کے لکھا ہے اور اسمیں غلطیوں کا امکان موجود ہے۔
نواب امین جنگ بہادر کی تحریر ایک حد تک غلطیوں سے پاک معلوم ہوتی ہے کیونکہ
انہوں نے غالباً انگریزی کتابوں سے اقتباسات کیے ہوں گے اور انگریزوں و
دیگر اہل یورپ نے ہندو مذہب کی تحقیقات ہندوؤں سے زیادہ کی ہے۔ بعض
ہندوؤں سے سنا گیا ہے کہ وہ پروفیسر میکسمولر کے ترجمہ وید کو پڑھنے کے بعد یہ
کہتے تھے کہ اگر بہت سے ہندو جمع ہو کر وید کا ترجمہ کرتے تو بھی میکسمولر سے اچھا
نہ کر سکتے۔ مولوی سید علی بلگرامی مرحوم سنسکرت کے بڑے فاضل تھے اور انمیں
یہ کمال تھا کہ وہ الفاظ سنسکرت کا تلفظ بھی خوب ادا کرتے تھے۔ ریاست جے پور میں
چودھری نظیر احمد خاں صاحب وکیل سنسکرت کے بڑے فاضل ہیں اور جس وقت وہ

سنسکرت کی عبارتیں پڑھتے ہیں تو ان کے مخالف آریہ اور ذی علم برہمن بھی حیران ہوجاتے ہیں نوگانواں علاقہ متھرا میں انسداد فتنہ ارتداد کیلئے مسلمانوں کا ایک جلسہ ہوا تھا اسکی کیفیت ایک آریہ نامہ نگار نے آریوں کے مشہور اخبار تیج میں لکھی تھی اس کیفیت میں سب سے زیادہ تعریف چودھری نظیر احمد صاحب کے صحیح تلفظ سنسکرت اور لہجہ کی گئی تھی کہ وہ ہندوؤں سے زیادہ اچھا سنسکرت کا تلفظ کرتے ہیں قادیانی جماعت کے مولوی عبدالحق صاحب سنسکرت بہت اچھی جانتے ہیں اور اسکے صحیح تلفظ میں انہیں کمال ہے بنگال کے مولوی شہید صاحب بھی سنسکرت کے بڑے فاضل مانے جاتے ہیں اور انہوں نے باقاعدہ اسکی ڈگری حاصل کی ہے۔

آجکل حالات اس قسم کے پیش آرہے ہیں کہ بہت جلد سینکڑوں بلکہ ہزاروں اور مبالغہ سمجھا جائے تو لاکھوں مسلمان سنسکرت زبان اور ہندو مذہب کی حقیقت کو بطور سبق حاصل کرینگے کیونکہ انکو اپنے مذہب اسلام کے تحفظ اور اسکی اشاعت کی ضرورت ہے اور وہ بغیر اس معلومات کے پوری نہیں ہوسکتی میری یہ مختصر سی کتاب ابتدائی شوق کیلئے کام دیگی اسکے بعد ضرور بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کو متوجہ کریگی جو اس کتاب سے بہت بہتر کتابیں تیار کردینگے،

التماس

جن ہندو اور مسلمان اہل علم کو اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے انکی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مؤلف کو آگاہ فرمائیں تاکہ کتاب کی دوسری اشاعت کیوقت اسکی اصلاح کردیجائے۔

آخر میں میں اپنے برادران طریقت اور ان علم دوست حضرات کا ممنون ہوں جنہوں نے کتاب کی اشاعت سے پہلے اسکی معقول تعداد خریدنے اور مفت تقسیم کرنے کی اطلاعیں دیں اور جسکے سبب اس کتاب کی اشاعت میں آسانی پیدا ہوئی مسلمانوں کی قوم باوجود افلاس و تہیدستی کے اب تک غیر مذاہب کے علوم کی ترویج کا خیال رکھتی ہے اور حیثیت سے زیادہ اسکی اعانت میں خرچ کرنے کو آمادہ رہتی ہے۔ فقط

حسن نظامی ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ

یہ ایک سو بانوے صفحہ کی کتاب ہے۔ اور ۲۰۰۰ دفعہ چھپ چکی ہے۔ اس کا ترجمہ انگریزی، گجراتی اور ہندی زبانوں میں ہو چکا ہے، اس میں ہندوؤں کے مشہور اوتار سری کرشن جی کی سوانحعمری ہے۔ کسی مسلمان نے آج تک سری کرشن جی کے حالات اس تفصیل اور صفائی سے نہیں لکھے تھے یہی وجہ ہے کہ کتاب بہت مقبول ہوئی، اس میں عکسی تصاویر بھی ہیں۔ مضامین کی فہرست حسب ذیل ہے۔

دیباچہ از مہاراجہ سر کرشن پرشاد بہادر [illegible] سابق وزیر اعظم حیدرآباد دکن، دوسرا دیباچہ از مولانا عبدالماجد صاحب بی۔ اے مصنف فلسفۂ جذبات وغیرہ، تیسرا دیباچہ از مصنف، پہلی بیتی ستم کی تاریکیا راجہ کنس کا حال۔ دوسری بیتی۔ سچائی کا سویرا یعنی سری کرشن کی ولادت کا حال۔ تیسری بیتی۔ دن کی شروعات یعنی بچپن کا حال گوکل سے بندرابن جانا۔ راس لیلا۔ رادھا جی عشقبازی کی حقیقت۔ چوتھی بیتی۔ اجالے کی اٹھان یعنی راجہ کنس کے قتل کا بیان۔ متھرا پر ہولناک یورش۔ کرشن جی کی پہلی شادی اور چھوٹی چھوٹی لڑائیاں، کوروں اور پانڈوں کی حقیقت، لاکھا منڈپ، دروپدی کی شادی، دروپدی کے پانچ خاوند، اندرپرستھ کا آباد ہونا، ارجن کی دوسری شادی سری کرشن کی پوجا۔ جرا سندھ کی ہلاکت۔ راج سوئیگ۔ پانچویں بیتی۔ روشنی کا بھونچال۔ مہابھارت کی لڑائی۔ جوئے کی جانہار بازی۔ سری راتے پاتنی کے [illegible] گیتا کا لکچر۔ درون اچاریہ کی سپہ سالاری۔ کرن کا میدان۔ دریودھن کا خاتمہ۔ یدھشٹر کی تخت نشینی۔ ابھیمنیو کے مردہ بچے کا زندہ ہونا۔ سری کرشن کی وفات۔ اوتار کی بحث۔ مسلمانوں میں سری کرشن کا اوتار۔ سری کرشن کو ہندوؤں نے اوتار کیوں مانا۔ از جناب لالہ کنور سین صاحب ایم۔ اے پرنسپل کالج لاہور۔ اور میں حضرت علیؑ مصنف کی عکسی تصویریں۔ سری کرشن کی تصویر مراقبہ۔ رادھا جی کی تصویر۔ سری کرشن ارجن کو اپدیش دے رہے ہیں اسکی تصویر۔ سری کرشن کنس کو مار رہے ہیں اسکی تصویر۔ **قیمت** (۲؎)

کارکن حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی سے طلب کیجئے